◆

فراگ کی لانچ موکارو کے سنگلاخ ساحل سے دس میل دور ہٹ گئی تھی لیکن اسی کے متوازی چل رہی تھی۔ ساحل کے اختتام پر پہنچ کر پھر پلٹ پڑتی اور دوسری سمت میں چلنے لگتی۔

فراگ بہت زیادہ مضطرب تھا۔

موکارو کی ان دونوں کشتیوں کی تباہی کے بعد پھر کوئی حملہ آور کشتی نہ دکھائی دی۔

فراگ ظفر سے کہہ رہا تھا۔ ”ہمیں یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ خطرہ ٹل گیا ہے۔ ساکاوا اپنی ناکامی پر پاگل ہو جائے گا۔“

”تو پھر اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟“

”اس کی طرف سے کوئی اطلاع ملے بغیر میں یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ خواہ کچھ ہو جائے۔“

فراگ غرایا۔ ”اُم بیٹی کو بلاؤ۔“

ظفر اس کے کیبن سے نکلا ہی تھا کہ جیبی ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر جیب سے نکالا تھا۔

دوسری طرف عمران کی آواز آرہی تھی۔ ”ظفرالملک.... ظفرالملک....“

”ظفر....!“ ظفر چہکا۔

”تم لوگ محفوظ ہو نا؟“ عمران کی آواز آئی۔ ”اردو کے علاوہ اور کوئی زبان استعمال نہ کرنا۔“

”آپ کہاں ہیں؟“

”خدا کا شکر ہے کہ منزل مقصود پر پہنچ چکا ہوں۔ جوزف اچھے موڈ میں ہے۔ تم اپنی پوزیشن بتاؤ۔“

”ساحل سے دس میل دور.... متوازی.... چال پھیر ہو رہی ہے۔ ابھی تک دوسرا حملہ نہیں ہوا۔“

"اس سے کہو! سیدھا پونیاری کی طرف نکل جائے۔ وہیں اینکر کرے۔ ورنہ تم سب خطرہ میں پڑو گے۔"

"کیا آپ اس سے گفتگو نہیں کریں گے؟"

"ہرگز نہیں.... اردو کے علاوہ اور کوئی زبان استعمال نہیں کر سکتا۔ اچھا بس اس سے کہہ دینا کہ پونیاری کی طرف نکل جانے میں دیر نہ لگائے.... اختتام...."

ظفر کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن دوسری طرف سوئچ آف کیا جا چکا تھا۔ وہ الٹے پاؤں فراگ کے کیبن کی طرف پلٹ آیا۔

"خوش خبری یور آنر۔"

فراگ ٹہلتے ٹہلتے رک کر مڑا۔

"وہ دونوں پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے شگاف تلاش کر لیا۔"

"نہیں۔" فراگ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یقین کیجئے! ابھی ابھی ٹرانسمیٹر پر پیغام موصول ہوا ہے اور اسے اس بات پر بے حد افسوس ہے کہ آپ سے براہ راست گفتگو نہیں کر سکتا۔"

"کیوں؟" مجھ سے کیوں نہیں کر سکتا؟"

"ایسی کوئی زبان استعمال نہیں کر سکتا جو ان اطراف میں سمجھی جا سکے۔"

"وہم ہے اس کا۔ اگر یہ سمجھتا ہے کہ اسپینی ان اطراف میں نہیں سمجھی جا سکتی۔"

"ہم نے اسپینی میں گفتگو نہیں کی تھی بلکہ وہ ایک ایشیائی زبان ہے۔"

"ہو گی....!" فراگ نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اس نے کہا ہے کہ لانچ کو پونیاری کی طرف لے جایا جائے۔ ادھر اس کی موجودگی مناسب نہیں۔"

"ہم دونوں کی ذہنی لہریں ایک دوسرے سے ٹکرا رہی ہیں۔ وہ سچ مچ میرا ہی بیٹا لگتا ہے۔ میں سمجھوں یا نہ سمجھوں! تم مجھے اس کی آواز سنوا دو۔"

ظفر نے ٹرانسمیٹر نکال کر اشارے والا سوئچ آن کیا۔

"ہیلو.... ہیلو.... عمران صاحب.... ظفر مخاطب ہے.... ہیلو ہیلو۔"

"کیا بات ہے؟" آواز آئی۔

"مینڈک آپ کی آواز سننا چاہتا ہے۔"

"غالباً سن ہی رہا ہو گا۔ جتنی تیزی سے ممکن ہو۔ بتائی ہوئی جگہ کے لیے روانہ ہو جاؤ۔"

"بہت بہتر....!"

"اختتام....!"

"ہاں وہی ہے.... وہی ہے...." فراگ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "کیا کہہ رہا تھا....؟"

"میں نے کہا تھا کہ آپ اس کی آواز سننا چاہتے ہیں۔ اس نے پھر کہا ہے کہ جتنی تیزی سے ممکن ہو پونیاری کی طرف روانہ ہو جاؤ۔"

"ضرور.... ضرور.... جو کچھ کہے گا کروں گا۔ بعض اوقات وہ میری سوجھ بوجھ پر بھی سبقت لے جاتا ہے۔"

ٹھیک اسی وقت ام بنی خود ہی وہاں آ پہنچی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

"وہ وہاں پہنچ گیا ہے۔" فراگ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب تجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسی کی ہدایت کے مطابق اب ہم پونیاری جا رہے ہیں۔"

"کیا میں اس پر یقین کر لوں؟" ام بنی نے ظفر سے پوچھا۔ "مجھے بہلایا تو نہیں جا رہا۔"

"کیوں بکواس کر رہی ہے۔" فراگ غرایا۔ "کیا میں جھوٹ بولوں گا۔"

"نہیں.... نہیں.... میں معافی چاہتی ہوں۔" ام بنی گڑگڑائی۔ "میرے حواس درست نہیں ہیں۔"

"جاؤ! آرام کرو۔" فراگ پھر نرم پڑ گیا۔ چند لمحے اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "میری دعا ہے کہ اس کے دل میں تمہارے لیے جگہ پیدا ہو جائے۔"

"محبت کرنے والوں کو اس کی پرواہ نہیں ہوتی۔" ام بنی مغموم لہجے میں بولی۔ "وہ صرف چاہتے ہیں۔ اس کے بدلے میں انہیں محبت ملے یا نہ ملے۔"

"ہوتا ہو گا.... یہی ہوتا ہو گا.... اب تم جاؤ۔"

ام بنی لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے چلی گئی۔ ظفر نے ٹھنڈی سانس لی تھی۔

"اس کے لیے پاگل ہو رہی ہے۔" فراگ بڑبڑایا پھر چونک کر بولا۔ "ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہمیں جلد از جلد پونیاری کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔"

پھر اس نے کیپٹن کو ہدایات دی تھیں اور لانچ پونیاری کی طرف چل پڑی تھی۔

"اگر پونیاری پر باقاعدہ حملہ ہوا تو؟" ظفر نے سوال کیا۔

"ایک بار سبق دیا جا چکا ہے۔ اگر اب بھی وہ باز نہ آئے تو پھر بھگتیں گے۔" فراگ بولا۔

تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر پرنس ہربنڈا کا ذکر چھیڑ دیا۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ پرنس غوطہ خوری بھی کر سکتے ہیں۔" ظفر نے کہا۔

"مجھے یقین نہیں آتا کہ وہ حقیقتاً ہربنڈا ہی ہے۔"

"میں اس سے زیادہ نہیں جانتا جتنا مجھے بتایا گیا تھا۔" ظفر نے فراگ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ ملازمت بہت مہنگی پڑی۔ جن حالات سے گذرنا پڑا ہے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔"

دفعتاً خطرے کی گھنٹیاں پھر بجنے لگیں اور انٹر کام سے کیپٹن کی آواز آئی۔

"مشرق کی طرف سے غیر معمولی تموّج اسی جانب بڑھتا آ رہا ہے۔ لانچ اس کی متحمل نہ ہو سکے گی۔"

فراگ جھپٹ کر انٹر کام کے قریب پہنچا۔

"لائف بوٹس تیار رکھنے کا حکم دے دو!" اس نے کیپٹن کو مخاطب کیا.... "کیا طوفان ہے؟"

"نہیں یور آنر.... کمپیوٹر صرف تموّج بتاتا ہے۔"

"اوہ.... اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ پھر بھی لائف بوٹس تیار رکھو اور ہاں.... ان قیدیوں کو ٹھکانے لگا دو.... ہمارے لیے بیکار ہیں۔"

ظفر الملک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ عمران کا حکم تھا کہ فراگ کے معاملات میں دخل اندازی نہ کی جائے۔

لانچ کی رفتار دفعتاً کم ہو گئی۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ اس تموّج کو پیچھے نہیں چھوڑ سکتی۔ ہر حال میں اس سے نپٹنا پڑے گا۔ کچھ ہی دیر بعد لہروں کا شور سنائی دیا تھا۔

"حیرت انگیز....!" فراگ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "بالکل نئی بات.... ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ سننے میں بھی نہیں آئی یہ بات...." دیو پیکر لہریں گویا سر پر چڑھی آ رہی تھیں۔

لانچ ایک حقیر سی گیند کی طرح اچھلنے کودنے لگی۔

"بیلنس کرو.... بیلنس کرو...." فراگ انٹر کام کے قریب منہ لے جا کر چیخا۔

کیبن کا سامان ادھر سے ادھر لڑھکتا پھر رہا تھا اور انٹر کام دیوار میں نصب نہ رہا ہوتا تو اس کا بھی یہی حشر ہوتا۔

ظفر کو بار بار محسوس ہوتا جیسے معدہ اچھل کر حلق تک آ گیا ہو اور پھر نیچے چلا گیا ہو۔ شانوں پر سر نہیں بلکہ کوئی چکرانے والی چیز معلوم ہو رہا تھا۔ دیر تک خود کو سنبھالتا رہا۔ لیکن کب تک؟ اس قسم کے حالات کا عادی تو تھا نہیں آہستہ آہستہ اس پر غشی سی طاری ہوتی گئی۔ اور پھر وہ فرش پر گر کر بالکل بے حس و حرکت ہو گیا۔

* * *

صبح ہونے والی تھی۔ تاریکی دھندلکے میں تبدیلی ہونے لگی اور آبی پرندوں کی تیز آوازوں سے فضا گونج اٹھی۔

عمران سو رہا تھا اور جوزف کسی رکھوالی کے کتے کی طرح پہرہ دے رہا تھا۔ دونوں نے بقیہ رات اسی طرح باری باری سے سو جاگ کر گذاری تھی۔

سورج طلوع ہونے سے پہلے ہی جوزف نے اسے جھنجھوڑا۔

"ہاں.... ہاں.... زندہ ہوں۔" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور اٹھ بیٹھا۔

"باس۔! وہ جگہ تو مجھے ایک چھوٹی سی گودی معلوم ہوتی ہے۔"

"کون سی جگہ....؟"

"وہی جہاں سے ہم خشکی پر پہنچے تھے۔ ذرا تم اوپر چڑھ کر ایک نظر دیکھ تو لو باس۔"

عمران نے تھیلے سے دوربین نکالی اور چٹان پر چڑھتا چلا گیا۔ جوزف نیچے بیٹھا اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "باقاعدہ ڈاک بنا ہوا ہے اور اس وقت کچھ لوگ بھی وہاں موجود ہیں۔"

"اوہو.... تو پھر...."

"فی الحال یہی جگہ ہمارے لیے مناسب رہے گی۔"

"وہ دھوئیں کی دیوار بھی دکھائی دی یا نہیں۔"

"اس کا دور دور تک کہیں پتا نہیں۔"

پھر اسی چٹان کے قریب انہیں ایک چھوٹا سا غار بھی مل گیا تھا جس میں انہوں نے اپنا سامان رکھ دیا تھا۔ غوطہ خوری کا لباس اتار کر معمولی کپڑے پہن لیے تھے۔ ڈبوں میں محفوظ کی ہوئی غذا سے ناشتہ کر کے انہوں نے اس جگہ کچھ نشانیاں قائم کیں اور چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے گودی کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔

ڈاک پر تین آدمی نظر آئے۔ ان میں سے دو غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس تھے۔ ایک نے ٹارچ سنبھال رکھی تھی اور دوسرے کے ہاتھ میں کچھ اوزار تھے۔ پھر وہ پانی میں اتر گئے۔

"میرا خیال ہے کہ انہیں سرچ لائٹ کے ضائع ہونے کی اطلاع ہو گئی ہے۔" جوزف آہستہ سے بولا۔

"ممکن ہے۔"

تیسرا آدمی ڈاک ہی پر کھڑا چاروں طرف نگراں تھا۔

کچھ دیر بعد دونوں غوطہ خور ڈاک پر واپس آ گئے۔ شاید ان تینوں کے درمیان کوئی گرما گرم بحث چھڑ گئی تھی۔ بڑے جوش سے ہاتھ ہلا ہلا کر گفتگو کر رہے تھے۔

اس کے بعد انہوں نے ڈاک سے ہٹ کر بائیں جانب نشیب میں اترنا شروع کیا۔

"دیکھنا چاہئے کہ یہ کدھر جاتے ہیں۔" عمران آہستہ سے بولا۔

وہ پتھروں اور چٹانوں کی اوٹ لیتے ہوئے مغرب کی سمت بڑھنے لگے لیکن جلد ہی ان کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ نشیب میں اتر کر وہ تینوں ایک جیپ میں بیٹھے تھے اور جیپ تیزی سے ایک طرف بڑھ گئی تھی۔ پھر وہ دور تک بکھری ہوئی چٹانوں کی اوٹ میں غائب ہو گئی۔

عمران طویل سانس لے کر رہ گیا تھا۔

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا باس۔!" جوزف کراہا۔

"ضروری نہیں کہ سب کچھ ہماری توقعات کے مطابق ہی ہوتا رہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔ اوپر والے کی مرضی۔ اگر یہاں تک پہنچنے کا راستہ ہی نہ ملتا تو ہم کیا کر لیتے۔"

"چلو واپس چلیں۔ فی الحال گودی ہی کی نگرانی مناسب رہے گی۔"

وہ پھر اسی جگہ پلٹ آئے جہاں سے چلے تھے۔ ڈاک پر سناٹا تھا۔

"کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہئے جہاں رات گزاری جا سکے۔" جوزف بولا۔ "جس غار میں سامان رکھا ہے وہ تو مناسب نہیں۔"

"مناسب کیوں نہیں؟"

"دیکھو باس۔! یہ جگہ ڈاک سے زیادہ دور نہیں ہے۔ وہ سرچ لائٹ تباہ ہوئی ہو گی۔ ہو سکتا ہے وہ کسی اجنبی کے داخلے کے بارے میں سوچ ہی بیٹھیں۔"

"اوہو.... خاصا عقلمند ہو رہا ہے۔" عمران نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "ہاں اس کا امکان ہے۔ ان تینوں میں شاید اسی مسئلے پر بحث ہو گئی تھی۔"

جوزف کچھ نہ بولا۔ سورج آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا۔ سمندر کی طرف سے آنیوالی ہوا میں ہلکی سی گرمی محسوس ہونے لگی تھی۔ پتا نہیں کیوں عمران کے ذہن پر نیم غنودگی کی سی کیفیت طاری تھی۔ جوزف بار بار اسے غور سے دیکھنے لگتا۔ آخر کار بولا۔

"بعض خطوں کی آب و ہوا عجیب ہوتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"تم کہاں ہو باس! میں یہ کہہ رہا تھا کہ ایسی آب و ہوا والے خطوں میں تھوڑی بہت شراب کے بغیر دماغ قابو میں نہیں رہتا۔"

"اسی لیے مجھے تیری فکر تھی اور میں دو گیلن پار کر لایا تھا۔"

"میں تمہاری بات کر رہا تھا باس۔"

"میں آب و ہوا والا جانور نہیں ہوں۔ چوبیس گھنٹے بعد ٹھیک ہو جاؤں گا۔"

"تم اس زمین کے آدمی نہیں معلوم ہوتے باس۔"

"میں سرے سے آدمی ہی نہیں ہوں۔"

"اوہ.... دیکھو.... باس۔" جوزف چونک کر بولا۔

اس نے بائیں جانب اشارہ کیا تھا۔ اس طرف تھوڑے فاصلے پر چٹانوں کے پیچھے سے دھواں اٹھتا نظر آیا۔ عمران کسی شکاری کتے کی طرح چوکنا ہو گیا۔

”تم یہیں ٹھہر کر ڈاک کی نگرانی کرو۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”میں دیکھتا ہوں۔“

وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ چٹانیں اتنی بلند تھیں کہ کم از کم ڈاک کی طرف سے ان کے دیکھ لیے جانے کا امکان نہیں تھا۔

اس چٹان کے قریب پہنچ کر رک گیا جس کی اوٹ سے گہرے دھوئیں کے مرغولے اٹھ کر فضا میں منتشر ہو رہے تھے۔ چٹان خاصی بلند تھی اور بناوٹ کے اعتبار سے ایسی نہیں تھی کہ بہ آسانی اس پر چڑھا جا سکتا۔ اس نے مڑ کر دیکھا جوزف اپنی جگہ پر موجود تھا اور دور بین سنبھالے ڈاک کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

عمران بائیں جانب چل پڑا۔ اسے کسی ایسے راستے کی تلاش تھی جو اوپر تک پہنچا سکتا۔

دس پندرہ منٹ کی جدوجہد بھی بار آور ثابت نہ ہو سکی.... اور وہ جوزف کی طرف پلٹ آیا۔ ان دیکھی جگہ تھی اس لیے سوچے سمجھے بغیر کوئی قدم اٹھانا مناسب نہ معلوم ہوا۔

”لیکن باس۔!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یہ دھواں ویسا تو نہیں معلوم ہوتا جس کے بارے میں سنتے رہے ہیں۔“

”سنی ہوئی باتیں ہیں۔ جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں یقین نہیں کر سکتا۔“

”کچھ بھی ہو باس.... میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ کسی لمحے بھی کوئی بڑا حادثہ پیش آ سکتا ہے۔“

”کیا کہنا چاہتا ہے۔“ عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

”جتنی جلد ممکن ہو کوئی محفوظ جگہ تلاش کر لو۔“

”چپ چپ....“ دفعتاً عمران چونک کر بولا اور کچھ سننے لگا۔

”ہیلی کوپٹر....“ جوزف بڑبڑایا۔

”چلو.... غار میں....“ عمران پھرتی سے پلٹا۔

کچھ دیر بعد وہ ہیلی کوپٹر کی گھن گرج عین اپنے سروں پر محسوس کر رہے تھے۔

”وہ شاید ڈاک کے چکر کاٹ رہا ہے۔“ جوزف بولا۔

”شگاف والی سرچ لائٹ ہی کا جھگڑا معلوم ہوتا ہے۔“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

بالآخر ہیلی کوپٹر کی آواز ایک ہی سمت سے آنے لگی۔ اور عمران بولا۔ ”غالباً اس نے ڈاک ہی پر لینڈ کیا ہے۔“

”تت.... تو پھر....؟“

”شاید ہمیں کوئی بہتر موقع مل جائے۔“

”میں نہیں سمجھا باس۔“

”کچھ بھی نہیں.... تم یہیں ٹھہرو.... میں ابھی آیا۔“ عمران نے کہا اور تھیلے سے ڈارٹ گن نکالی ہی تھی کہ جوزف کے دانت نکل پڑے۔

”میں سمجھ گیا باس....!“

”کیا سمجھ گیا؟“

”تم ہیلی کوپٹر لے بھاگنا چاہتے ہو۔“

”تو اتنا سمجھ دار کیوں ہو گیا ہے۔“

”ہمیشہ سے ہوں باس.... بات صرف اتنی سی ہے کہ تمہارے علاوہ اور کسی کے سامنے زیادہ بات چیت کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔“

”تب تو شاید تجھ میں کسی قدیم مشرقی بیوی کی روح حلول کر گئی ہے....!“ عمران کہتا ہوا غار سے باہر نکل آیا۔ ہیلی کوپٹر کا انجن شاید بند کر دیا گیا تھا۔

وہ پھر اسی چٹان پر جا پہنچا۔ اس کا خیال غلط نہ تھا ہیلی کوپٹر نے ڈاک ہی پر لینڈ کیا تھا اور اس پر سے دو آدمی اترے تھے۔ ان دونوں کی وردیاں ویسی ہی تھیں جیسی ان جاپانیوں کی تھیں جنہیں لانچ پر چھوڑ آیا تھا۔

ان میں سے ایک غوطہ خوری کا لباس پہنے نظر آیا۔

لیکن عمران اس کا انتظار نہیں کر سکتا تھا کہ ایک پانی میں اتر جائے تب وہ کوئی کارروائی کرے۔ لہٰذا خطرہ تو مول لینا ہی تھا۔ اس نے ڈارٹ گن سیدھی کی اور چٹان سے اتر کر ڈاک کی طرف دوڑ لگا دی دوڑنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے ان دونوں پر وحشیانہ حملہ کرنا چاہتا ہو۔

پھر قبل اس کے کہ وہ پوری طرح اسکی طرف متوجہ ہو سکتے اس نے ڈارٹ گن کے ٹریگر پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ پل بھر میں دونوں ڈاک پر ڈھیر نظر آئے۔ قریب پہنچ کر عمران نے ایک کو کاندھے پر اٹھایا اور غار کی طرف چل پڑا۔

جوزف بالکل ویسی ہی پوزیشن میں بیٹھا نظر آیا تھا جس میں وہ اسے چھوڑ گیا تھا۔ عمران نے بے ہوش آدمی کو کاندھے سے اتارتے ہوئے کہا۔ ”میدان صاف ہے دوسرے کو تم اٹھالاؤ۔“

”اوکے باس۔!“

جوزف کے جانے کے بعد عمران نے بے ہوش آدمی کی وردی اتاری تھی اور اس کے ہاتھ پیر باندھ کر منہ پر ٹیپ چپکا دیا تھا۔

◆

ظفر کو ہوش آیا تو اس نے محسوس کیا کہ وہ اس کیبن میں نہیں ہے جہاں اس پر غشی طاری ہوئی تھی۔ سمندر بھی اب متلاطم نہیں معلوم ہوتا تھا۔ وہ اٹھ بیٹھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کیبن جانا پہچانا سا لگا۔ لیکن نہ تو وہ خود اس کا کیبن تھا اور نہ فراگ کا۔

بستر سے اتر آیا اور جوتے پہن کر کیبن سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ لیکن ہینڈل گھمانے پر دروانہ نہ کھلا۔ شائد مقفل کر دیا گیا تھا۔

”اوہ.... ہم تو قیدی بنا لیے گئے ہیں۔“ وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ ”لیکن کس کے قیدی؟ کیا ان لوگوں کے ہاتھ لگ گئے ہیں۔ پتا نہیں جیمسن پر کیا گذری....؟ لانچ یقیناً الٹ گئی تھی۔

جیمسن سے اس طرح جدائی کا حادثہ تکلیف دہ تھا۔ اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ لیکن پھر جلد ہی ذہن نے سنبھالا لیا۔

قید۔؟ کس کی قید.... اگر موکاروو والوں نے پکڑا ہے تو فراگ کے ساتھیوں کا سا حشر ہوگا۔

وہ سوچ ہی رہا تھا کہ قفل میں کنجی گھومنے کی آواز آئی۔ وہ تیزی سے ایسی پوزیشن میں آگیا کہ دروازہ کھلنے پر اس کی اوٹ میں ہو۔ لیکن دروازے کھلتے ہی ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ ”کوئی حماقت نہ کر بیٹھنا۔ تم دشمنوں میں نہیں ہو۔“

آواز لوئیسا کی تھی۔ ظفر چھلانگ لگا کر سامنے آگیا۔

”جیمسن کہاں ہے؟“ اس نے بے ساختہ سوال کیا تھا۔

”سو رہا ہے.... مر نہیں گیا....“ لوئیسا بولی۔

وہ کیبن میں داخل ہوئی اس کے پیچھے ایک آدمی ناشتے کی ٹرے اٹھائے کھڑا تھا۔ ظفر بستر پر بیٹھ گیا۔ ناشتہ اسٹول پر رکھ دیا گیا اور لوئیسا کرسی کھینچ کر بستر کے قریب بیٹھتی ہوئی بولی۔

”تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نہیں مرنے پایا۔“

”بڑی خوشی ہوئی.... کیا لانچ الٹ گئی تھی؟“

”نہیں۔! ایک جزیرے میں خشکی پر چڑھ گئی تھی اور جب ہم نے وہاں اینکر کی تو فراگ کے علاوہ اور کوئی بھی ہوش میں نہیں ملا تھا.... ویسے لانچ قریب قریب تباہ ہو چکی تھی۔“

”مگر تم وہاں تک کیسے جا پہنچیں؟“

”لانچ کے قریب ہی قریب رہا تھا ہمارا اسٹیمر۔ عمران اپنے ساتھ ایک آپریٹس لے گیا تھا۔ اسی آپریٹس کے وجہ سے ہمیں تمہاری سمت اور فاصلے کا علم رہتا تھا۔“

”وہ موکارو پہنچ چکے ہیں۔“

”ہمیں علم ہے! اس نے پیغام بھیجا تھا۔ اس لیے اب ہم موکارو سے صرف تیس میل کے فاصلے پر ہیں اور تیس میل کے دائرے میں چکر لگاتے رہیں گے۔“

”وہ احتیاطاً اردو کے علاوہ اور کوئی زبان استعمال نہیں کر رہے۔“

”ہمارے ساتھ اردو سمجھنے والے بھی ہیں۔“ لوئیسا مسکرائی۔

”کیا فراگ سے تمہاری گفتگو ہوئی ہے۔“

”نہیں....! اسے علم نہیں ہے کہ میں اسٹیمر پر موجود ہوں اور نہ اسے اس کا علم ہونا چاہئے۔“

”میں محتاط رہوں گا۔“

”وہ اسے ایک تجارتی اسٹیمر سمجھ رہا ہے۔ ناشتہ کر کے تم اس سے ملو گے اور بتاؤ گے کہ پچھلی رات سمندر میں تلاطم کیوں ہوا تھا۔“

”میں کیا بتاؤں گا؟“ ظفر نے حیرت سے کہا۔

”اس سے کہنا کہ بیلو پیکو کے ویران جزائر میں سے وہی جزیرہ پچھلی رات غرق ہو گیا جہاں اس نے لانچ اینکر کی تھی۔“

”نہیں....!“ ظفر اچھل پڑا۔

”صبح سے اس کے بارے میں خبریں نشر ہو رہی ہیں۔ غرقابی کے وجہ زلزلہ بتایا جاتا ہے۔“

”خدا کی پناہ....“ ظفر ناشتہ کرنا بھول گیا۔

"کھاتے رہو۔"

"ہاں ہاں۔! لیکن شائد تمہیں نہ معلوم ہو کہ پچھلی رات اس جزیرے میں کیا ہوا تھا۔"

"اوہو.... تو وہاں کچھ ہوا بھی تھا۔"

ظفر نے فراگ کی حماقتوں کی کہانی دہرانی شروع کی اور سمندر کے تلاطم تک پہنچا ہی تھا کہ لوئیسا بول پڑی۔

"لیکن لانچ میں کوئی باوردی جاپانی نہیں ملا۔"

"ہو سکتا ہے کیپٹن نے فوری طور پر فراگ کے حکم کی تعمیل کی ہو۔ اس نے کہا تھا کہ قیدیوں کو گولی مار کر پانی میں پھینک دیا جائے۔"

"یہ بہت برا ہوا۔" لوئیسا پر تفکر لہجے میں بولی۔

"کیوں؟"

"ان سے بہت کچھ معلوم کر سکتے۔ مجھے جاپانی آتی ہے۔"

ظفر کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر لوئیسا نے کہا۔ "وہ زلزلہ حیرت انگیز تھا۔ صدیوں سے ان اطراف میں کوئی ایسا زلزلہ نہیں سنا گیا جس کی بنا پر کسی جزیرے کی غرقابی ہوئی ہو۔"

"اور خصوصیت سے وہی جزیرہ جس میں ہمارا ان سے ٹکراؤ ہوا تھا۔"

"عمران نہ ہوتا تو یہ بیوقوف مینڈک بھی غرق ہو گیا ہوتا۔" لوئیسا بولی۔

"لیکن آخر وہاں تک پہنچنے کا موقع کیسے ملا۔ اس ساحل کی تو بہت نگرانی کی جا رہی تھی۔"

اس سوال پر ظفر کو وہ کہانی بھی سنانی پڑی جو اس نے عمران سے سنی تھی۔

لوئیسا متحیرانہ انداز میں سنتی رہی۔ پھر بولی۔ "بڑے دل گردے کا آدمی ہے۔ محض اتنی سی نشاندہی پر اتنا بڑا خطرہ مول لینا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔"

"خواہ مخواہ جان لڑا بیٹھتا ہے یہ شخص۔" ظفر برا سا منہ بنا کر بولا۔

اس جملے پر لوئیسا اسے غور سے دیکھنے لگی تھی۔ ظفر اس کا مطلب سمجھ کر بولا۔ "فرانس اس وقت چوتھی بڑی طاقت ہے۔ کیا باضابطہ کارروائی اس کے لیے ممکن نہیں تھی۔"

"موکارو پر ہمارا کوئی اثر نہیں ہے اور پھر شاید تمہیں اس کا علم نہیں ہے کہ ایک بڑی طاقت عرصے سے ہمیں ان جزائر کے سلسلے میں للکار رہی ہے۔ اس نے کھل کر اعلان کیا ہے کہ اگر کسی نے

بھی ادھر کے آزاد جزائر کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی تو اس کا سختی سے نوٹس لیا جائے گا۔"

"بہر حال....!" ظفر طویل سانس لے کر بولا۔ "مسٹر عمران نے دیدہ دانستہ موت کے منہ میں چھلانگ لگائی ہے۔"

"بہت ہی بے جگر آدمی ہے۔" لوئیسا بولی۔ "میں دل سے اس کی قدر کرتی ہوں۔"

"مگر سوال تو یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو تم لوگ ان کی مدد کس طرح کر سکو گے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام صرف دو آدمیوں کے بس کا تو ہے نہیں۔"

"ہم نہیں جانتے کہ ان چٹانوں کے پیچھے کیا ہے۔ لہٰذا اس کی تدبیر بھی وہ خود ہی کرے گا۔ اچھا اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ تمہیں فراگ کے کیبن میں پہنچنا ہو گا۔"

"سمندری آب و ہوا نے تمہیں پہلے سے زیادہ نمکین بنا دیا ہے۔" ظفر آہستہ سے بولا۔

"ہاں میرا حسن خاصا نکھر گیا ہے.... مگر تمہیں اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔"

"پہنچ رہا ہے۔" ظفر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "تمہارے گیسوؤں کی نرمی میرے دل کو ریشمی کیے دے رہی ہے۔"

"فضول باتیں چھوڑو.... اٹھ جاؤ جلدی سے۔"

کچھ دیر بعد ظفر فراگ کے کیبن کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

"کون ہے....؟" فراگ کی غراہٹ سنائی دی۔

"ظفر الملک....!"

"بھاگ جاؤ۔"

"ضروری بات ہے یور آنر۔"

"دس منٹ بعد....!"

"بہت بہتر۔!"

وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد گھڑی پر نظر جمائے رکھنا فطری امر تھا۔ لیکن دروازہ تین منٹ بعد ہی کھل گیا تھا۔ خود فراگ ہی نے کھولا تھا۔ کیبن میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

"کیا بات ہے؟" فراگ نے ایسے لہجے میں سوال کیا گویا ظفر الملک اس کے لیے اجنبی ہو۔

"ہم سب بچا لیے گئے ہیں۔" ظفر نے کہا۔

"تو پھر....؟"

"مطلب یہ ہے کہ ہمیں ان لوگوں کا شکر گزار ہونا چاہیے۔"

"بکواس ہے! سب اسی طرح ایک دوسرے کے کام آتے رہتے ہیں۔ اگر اس اسٹیمر کے لوگ کسی دشواری میں پڑے ہوتے تو میں بھی یہی کرتا۔"

"دراصل میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو پچھلی رات والے تموّج کی وجہ بتاؤں۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"آپ کو کس طرح معلوم ہوا؟"

"ام بنی نے ریڈیو پر سنا تھا۔ کچھ دیر پہلے مجھے بتا گئی ہے۔"

"کیا یہ حیرت انگیز نہیں ہے۔"

"تم کیوں میرا دماغ خراب کرنے چلے آئے ہو۔ دفع ہو جاؤ۔"

"بہت بہتر جناب!" ظفر نے کہا اور کیبن سے باہر آگیا۔

لوئیسا اب اس کیبن میں نہیں تھی جہاں ظفر کو ہوش آیا تھا۔ ویسے وہ سوچ رہا تھا کہ ام بنی نے کہیں فراگ کو یہ نہ بتا دیا ہو کہ سفر کی ابتدا اسی اسٹیمر سے ہوئی تھی۔

وہ پھر اپنے کیبن سے نکل پڑا اسے ام بنی کی تلاش تھی۔ اسٹیمر چونکہ پہلے ہی دیکھا بھالا ہوا تھا اس لیے مقصد براری میں کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ ام بنی اُسی کیبن میں ملی جہاں وہ سفر کی شروعات میں مقیم رہی تھی۔

ظفر نے اسے بے حد مضمحل پایا۔

"کیا حال ہے؟" اس نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"ٹھیک ہی ہے تم اپنی کہو۔"

لیکن اپنے بارے میں کچھ بتانے کے بجائے ام بنی نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔"

"کیا سمجھ میں نہیں آتا....؟"

"فراگ کو اس اسٹیمر کے بارے میں بتاؤں یا نہ بتاؤں۔!"

"قطعی نہیں.... میں تو ڈر رہا تھا کہ کہیں تم نے بتا نہ دیا ہو۔!"

"اتنی عقل تو رکھتی ہی ہوں....!"

"نہیں....! تم بہت ذہین ہو.... فراگ کو فی الحال یہی سمجھنے دو کہ یہ اسٹیمر اتفاقاً ہی اُدھر نکل آیا تھا جہاں لانچ کو حادثہ پیش آیا تھا۔!"

"کچھ اس کی بھی خبر ملی....؟"

"نہیں....! لیکن جلد ہی میں اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔!"

"ڈاڑھی والے کا کیا حال ہے۔!"

"ابھی تک ملاقات نہیں ہو سکی.... پتا نہیں وہ کہاں ہے۔!"

"سارے ساتھی بچا لئے گئے ہیں....!" ام بنی ٹھنڈی سانس لے کر بولی۔ "وہ بھی کہیں نہ کہیں ضرور ہوگا۔!"

"یہ کتنی عجیب بات ہے کہ وہی جزیرہ غرق ہو گیا جہاں ہم نے پچھلی رات رنگ رلیاں منائی تھیں۔!"

"ان اطراف میں ایسا کوئی واقعہ کبھی نہیں سنا گیا....!" ام بنی بولی۔

"فراگ کا کیا حال ہے....؟"

"کچھ نہیں....! اس نے خاموشی سے یہ خبر سنی تھی اور کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔!"

"بڑی عجیب بات ہے....!"

"اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ دیوانہ موت کے منہ میں کود گیا.... اب میں کیا کروں۔!"

"کیا واقعی تم اُسے اتنا ہی چاہتے ہو....!"

"میری محبت پر شبہ کرو گے تو جان سے مار دوں گی۔" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

"مم.... میں شبہ نہیں کر رہا۔"

"چلے جاؤ یہاں سے۔"

"کیا مصیبت ہے.... کوئی بھی منہ لگانے پر تیار نہیں۔" ظفر کراہتا ہوا اٹھ گیا۔

"تم سب اس کے دشمن ہو! کسی نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔"

"جتنی دیر میں اس تک پہنچتا اس نے پرنس سمیت چھلانگ لگادی تھی۔"

اَم بینی کچھ نہ بولی۔ کیبن کے کھلے دروازے سے باہر دیکھے جا رہی تھی۔ دفعتاً فراگ دکھائی دیا۔ شائد اس کی نظر بھی ان دونوں پر پڑگئی تھی۔ سیدھا اندر چلا آیا۔

"یہ اسٹیمر فرانس کے محکمہ موسمیات سے تعلق رکھتا ہے۔" اس نے ظفر سے کہا۔ "یہ لوگ کسی قسم کی موسمیاتی چھان بین کر رہے ہیں لہٰذا ہمیں ایک ہفتے تک اسی اسٹیمر پر رہنا ہے۔"

"یہ تو بہت برا ہوا۔" ظفر نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔" فراگ مسکرایا۔ "میں نے ان سے کہا ہے کہ ہمیں پونیاری پہنچا دو لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ مجبوری ظاہر کی کہ ایک ہفتے سے پہلے وہ اس علاقے کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ بھی نہیں بتایا کہ علاقہ کون سا ہے۔"

"یہاں سے ہم عمران سے بھی رابطہ نہ رکھ سکیں گے۔" ظفر بولا۔

"اسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد پونیاری پہنچ کر کچھ انتظام کر سکوں۔"

"ارے میرا ٹرانسمیٹر ....!" دفعتاً ظفر اچھل پڑا۔ جیب میں تو نہیں تھا پھر وہ اپنے کیبن کی طرف جانے ہی والا تھا کہ فراگ بولا۔ "فضول ہے! ہمارا سب کچھ ان کے قبضے میں ہے۔"

"یعنی میرا ٹرانسمیٹر ....!"

"میں کہہ رہا ہوں کہ سب کچھ ان کے قبضے میں ہے۔" فراگ جھنجھلایا۔

"خدا کی پناہ.... ! نہ ہمارے پاس اسلحہ ہے اور نہ ٹرانسمیٹرز ....!"

"میں دیکھوں گا۔" فراگ واپسی کے لیے مڑتا ہوا بولا۔

اَم بینی اس دوران میں ظفر کو بغور دیکھتی رہی تھی۔ فراگ کے جانے کے بعد بولی۔ "یہ ایکٹنگ کب تک چلے گی۔ فراگ بچہ نہیں ہے۔"

"دیکھا جائے گا....!" ظفر اٹھتا ہوا بولا۔ اسے جیمسن کی فکر تھی۔

"کہاں چلے.... بیٹھو.... تمہارے علاوہ اور کسی سے اس کی بات بھی نہیں کر سکتی۔" اَم بینی نے مغموم لہجے میں کہا۔

"میں ذرا جیمسن کو دیکھوں گا۔"

وہ باہر نکلا.... چاروں طرف دھوپ چمک رہی تھی اور سمندر پر سکون تھا۔

جیمسن ڈائننگ روم میں بیٹھا بیئر پیتا ہوا نظر آیا۔ ظفر کو دیکھ کر شوخی سے مسکرایا تھا۔ لیکن ظفر نے قریب پہنچتے ہی محسوس کر لیا کہ بیئر کی بوتل میں بیئر کی بجائے الکوحل ہے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے....؟"

"بیئر پی رہا ہوں۔" جیمسن نے بڑی ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"یہ طے ہو گیا تھا کہ اب ہم شراب کو ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

"بیئر کو میں شراب نہیں سمجھتا۔"

"لیکن تم شراب پی رہے ہو۔" ظفر نے سخت لہجے میں بولا۔

"اے میرے آقا....! غلام ابن غلام کو اب آزاد فرمائیے.... کہاں تک حق نمک ادا کروں۔ میرا باپ آپ کے چچا حضور کا غلام.... تھا.... لیکن آپ کے چچا حضور نے مجھ حقیر پر ظلم فرمایا کہ مجھے آپ کی غلامی میں دے کر انگلینڈ بھجوا دیا۔"

"نشہ ہو رہا ہے۔" ظفر بھنا کر بولا۔

"میں بالکل ہوش میں ہوں یور ہائی نس.... لیکن مجھے شراب پینے سے کوئی نہیں روک سکتا۔"

"اب میں دیکھوں گا کہ تمہیں کیسے ملتی ہے۔"

"ملے یا نہ ملے.... لیکن میں اس وقت وہ سب کچھ ضرور کہوں گا جو کہنا چاہتا ہوں۔ ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔"

"جہنم میں جاؤ۔!" ظفر نے کہا اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔

"سنتے جائیے۔ اب ان صاحب کی واپسی ناممکن ہے جو ہمیں فرشتہ بنا دینا چاہتے تھے۔ ہونہہ.... فرشتہ۔!"

"بکواس مت کرو۔!" ظفر پھر پلٹ پڑا۔

"غصہ تھوک دیجئے اور بیٹھ جائیے۔" جیمسن جھومتا ہوا بولا "ابھی کچھ دیر پہلے للّی بارو سے یہاں موجود تھی۔ کہنے لگی۔! "کاش فراگ مجھے بھی تم میں سے کسی کو بخش دیتا۔ دیکھئے! منہ نہ بنائیے۔ سنتے جائیے کہ.... اب زندگی کے دن تھوڑے ہیں کیوں نہ انہیں بھی شراب اور عورت میں غرق کر دیا جائے....!"

“میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔!”

“کھلے ہوئے ہیں کان سنائیے۔”

“فراگ کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ ہم بنکاٹا سے اسٹیمر پر روانہ ہوئے تھے۔۔۔۔!”

“اب تک معلوم بھی ہو چکا ہوگا۔”

“کیا مطلب۔۔۔؟”

“میں نے للّی ہاروے کو بتادیا تھا۔”

“میں تمہیں گولی ماردوں گا۔”

“فوراً عمل کیجئے اپنے اس فیصلے پر۔۔۔ سسک سسک کر مرنے سے کیا فائدہ۔”

“تم نے اسے کیوں بتایا۔۔۔؟”

“اس وقت بڑی اچھی لگ رہی تھی اور اس نے مجھے بڑے پیار سے دیکھا تھا۔”

دفعتاً انٹر کام سے آواز آئی۔ “جھگڑا مت کرو۔۔۔ کیبن نمبر سات میں میں آجاؤ۔” یہ جملے اردو میں ادا کئے گئے تھے اور بولنے والا کوئی مرد تھا۔

“چلو اٹھو!” ظفر جیمسن کو گھورتا ہوا بولا۔

“یہاں ہمارے علاوہ اور کون اردو بولنے والا ہے۔” جیمسن نے حیرت ظاہر کی۔

“معلوم ہو جائے گا۔۔۔ تم یہ کرسی چھوڑو۔۔۔ نہیں بوتل اٹھانے کی ضرورت نہیں۔”

“یہ ظلم ہے۔۔۔!” جیمسن اٹھتا ہوا بولا۔

“ہرگز نہیں۔ اسے یہیں چھوڑ دو۔!”

طوعاً و کرہاً وہ ظفر کے ساتھ ہو لیا تھا۔ کیبن نمبر سات میں صرف لوئیسا نظر آئی۔ جیمسن اچھل پڑا۔

“اوہو۔۔۔ تو آپ بھی موجود ہیں۔ مجھے علم نہیں تھا۔” اس نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر ظفر سے بولی۔ “فکر مت کرو۔ للّی ہاروے اس وقت سے اب تک بیہوش ہے۔ فراگ کو کچھ نہ بتا سکے گی۔”

“کیا مطلب۔۔۔؟” جیمسن نے آنکھیں نکالیں۔

“اب جو کچھ تم سے کہا گیا اس کے مطابق عمل نہ کر سکنے کی سزا موت ہوگی۔” لوئیسا نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور جیمسن ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ “اگر یہ سزا تم اپنے ہاتھوں سے دینے کا وعدہ کرو تو پل بھر میں فراگ کو مطلع کر دوں گا۔”

“پھر بکواس شروع کر دی تم نے۔”

“اب کیا میں اس قدر بھی زبان نہ کھولوں۔۔۔ واہ بھئی۔۔۔” جیمسن کو نشہ ہو رہا تھا۔

“جاؤ۔۔۔!” لوئیسا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ “تمہاری شراب نوشی میں کوئی بھی مخل نہ ہو سکے گا۔۔۔ جتنی چاہو پیو۔۔۔!”

“یہ ہوئی نا کوئی بات۔۔۔!” جیمسن نے ظفر کی طرف دیکھ کر مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

“دفع ہو جاؤ۔” وہ اسے دروازے کی جانب دھکیلتا ہوا بولا۔

جیمسن دیوانوں کے سے انداز میں ہنستا ہوا باہر نکل گیا۔

“وہ اپنے کیبن میں بیہوش پڑی ہے۔” لوئیسا بولی۔ “اور بیہوشی کی مدت ہم اپنی مرضی کے مطابق بڑھا سکیں گے۔”

“بہت پھرتیلی ہو۔” ظفر اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

“جاؤ آرام کرو۔”

“اوہو۔۔۔ تو کیا اب مجھ پر بھی حکم چلاؤ گی۔”

“یہاں میں انچارج ہوں۔”

“انچارج صاحبہ۔ زندگی کے دن تھوڑے ہیں کیوں نہ انہیں ڈھنگ سے بسر کیا جائے۔”

“سنو! پیارے دان ژدان کبھی پیرس آنا۔ اس وقت میں ڈیوٹی پر ہوں۔” لوئیسا طنزیہ انداز میں مسکرا کر بولی۔

“تم نے ہم دونوں کو بہت بیوقوف بنایا ہے۔”

“تاہیتی کی آب و ہوا ہی ایسی ہے کہ عشق کرنے کے علاوہ اور کسی کام کو جی نہیں چاہتا۔”

“اچھا تو پھر تاہیتی ہی چلو۔”

“میں کہتی ہوں جاؤ۔۔۔ ورنہ تمہیں بھی بیہوشی کا انجکشن دے دیا جائے گا۔”

"خیر چھوڑو.... اگر کسی وقت فراگ کا سامنا ہو گیا تو....؟"

"جب تک اسٹیمر ہمارے قبضے میں ہے ایسا نہیں ہو سکے گا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ اب کیا ہو گا؟"

"بس دیکھتے جاؤ۔"

* * *

ہیلی کوپٹر فضا میں بلند ہوا۔ اسے عمران پائیلٹ کر رہا تھا۔ عمران کے جسم پر ان میں ایک کی وردی تھی جنہیں بیہوش کر کے غار میں ڈال آئے تھے اور جوزف نے غوطہ خوری کا لباس پہن رکھا تھا۔

اس نے ہیلی کوپٹر کا رخ اس چٹان کی طرف موڑ دیا۔ جس کے عقب سے دھواں اٹھتا دکھائی دے رہا تھا۔

نیچے سے وہ دھواں بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے کسی مل کی چمنی سے نکل رہا ہو لیکن اوپر پہنچ کر حقیقت منکشف ہوئی.... دھوئیں کا مخرج کسی غار کا چھوٹا سا دہانہ تھا۔

"ذرا دیکھ تو دھواں کس طرف جا رہا ہے۔" عمران جوزف کے کان سے منہ لگا کر بولا۔ وہ اس کے برابر ہی بیٹھا تھا۔

"مشرق کی طرف۔"

"کتنی عجیب بات ہے۔"

"کیوں باس....؟"

"ہوا مشرق سے مغرب کی طرف چل رہی ہے۔ لہٰذا دھوئیں کو بھی مغرب ہی کی سمت جانا چاہئے۔ لیکن وہ نہ صرف مشرق کی طرف جا رہا ہے بلکہ ہوا اس کے حجم کو منتشر بھی نہیں کر سکتی۔"

"واقعی باس۔ یہ بات تو ہے.... خدا کی پناہ.... کیا بدروحوں کا جزیرہ ہے....!"

"بکواس کی تو نیچے پھینک دوں گا۔"

جوزف بالکل ایسے ہی انداز میں ہنسا تھا جیسے اس نے یہ بات عمران کو چھیڑنے کے لیے کہی ہو۔

ہیلی کوپٹر اسی سمت پرواز کرتا رہا جدھر دھواں جا رہا تھا۔

"تم بھی ادھر ہی جا رہے ہو باس۔"

"کیا تو دیکھنا نہیں چاہتا کہ یہ حیرت انگیز دھواں کدھر جا رہا ہے۔"

"اے باس میں کوئی لڑکی تو ہوں نہیں کہ دھوئیں کے پیچھا بھاگتا پھروں۔"

"بہت چہک رہا ہے.... کیا بات ہے۔"

"کیا تمہیں میری خوشی بری لگ رہی ہے باس۔"

"خوشی کس بات کی ہے۔"

"یہاں تم صرف میرے ہو باس.... تمہارے آس پاس اور کوئی ایسا آدمی نہیں پایا جاتا جس سے تم ہنس کر بات کر سکو....!"

"ہائیں.... کیا مطلب....؟"

"مجھے سمجھنے کی کوشش کرو باس۔"

"یہاں اتنی دور اس ویرانے میں لا کر سمجھائے گا۔"

"اسے اس طرح سمجھو.... کہ جب پہلے کے بعد دوسرا بچہ ہوتا ہے تو پہلا بچہ دوسرے سے محض اس لیے جلن محسوس کرتا ہے کہ ماں باپ کی زیادہ تر توجہ اسی طرف ہوتی ہے۔ تو میرے باپ مجھے ویسا ہی بچہ سمجھا کرو۔"

"اچھا بوڑھے بے بی.... اب میں خیال رکھوں گا۔"

"اس محبت میں عقل کو دخل نہیں ہے باس.... جنگل میں ایسی ہی محبتیں پروان چڑھتی ہیں۔"

"اوہ جوزف.... میرے.... سعادت مند بوڑھے بیٹے مجھے بور نہ کرو۔ محبت کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتا کان پک گئے ہیں۔"

جوزف پھر ہنس پڑا اور بولا۔ "شائد تاہیتی والی لڑکی نے تمہیں بہت بور کیا ہے۔"

عمران کچھ نہ بولا۔ بہت دور سیاہ رنگ کا ایک پہاڑ سا نظر آ رہا تھا۔

"اوہ باس شائد وہی ہے.... دھوئیں کا حصار....!"

"میرا بھی یہی خیال ہے.... ہمیں یہیں سے واپس ہو جانا چاہئے اور اب یہ دھواں اس تک ہماری رہ نمائی کر سکے گا۔"

اس نے ہیلی کوپٹر پھر اسی طرف موڑ لیا تھا۔ جدھر سے روانگی ہوئی تھی۔

”میں نے صاف دیکھا تھا باس.... یہ دھواں اسی حصار میں ضم ہو رہا تھا۔“

”ہاں یہی بات ہے.... اگر یہ ہیلی کوپٹر ہاتھ نہ لگتا تو ہم نہ جانے کب تک بھٹکتے رہتے اور اب تھوڑی سی تفریح ہو گی۔ وہ دونوں ہوش میں نہ آئے ہوں گے۔“

جوزف کچھ نہ بولا۔ عمران نے ٹھیک اسی جگہ ہیلی کاپٹر کو لینڈ کیا جہاں سے اڑا تھا۔ اور پھر وہ دونوں نیچے اتر کر غار کی طرف چل پڑے۔

”اب ہم ان دونوں کو اٹھا کر لائیں گے اور ڈاک پر ڈال دیں گے۔“

”اس سے کیا ہو گا باس۔“

”اگر وہ دونوں غائب ہو گئے تو ان کے ساتھوں کو تشویش ہو گی اور ہو سکتا ہے کہ انہیں تلاش کرنے کے سلسلے میں ہم تک آ پہنچیں۔!“

”یہ بات تو ہے۔“

”اگر وہ ڈاک ہی پر ہوش میں آئے تو اپنی بیہوشی کو کوئی معنی نہ پہنا سکیں گے۔“

”واقعی خاصی تفریح رہے گی باس۔“ جوزف ہنس کر بولا۔

وہ دونوں اب بھی بیہوش تھے۔ انہیں ان کے کپڑے دوبارہ پہنائے گئے۔

”اب ایک کو تم اٹھاؤ اور دوسرے کو میں اٹھاتا ہوں۔“ عمران بولا۔

اس طرح وہ دونوں اپنے سامان سمیت ایک بار پھر ڈاک پر پہنچا دیئے گئے۔

اب عمران اور جوزف چٹان کی اوٹ سے ان کی نگرانی کر رہے تھے۔ قریباً آدھے گھنٹے بعد ان میں سے ایک آدمی نے کروٹ لی اور کچھ دیر تک ہاتھ پیر چلاتا رہا پھر اٹھ بیٹھا۔ اس کا ساتھی اب بھی بے حس وہ حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ بوکھلا کر اس پر جھک پڑا اور جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر آوازیں دینے لگا۔

جوزف کے دانت نکلے پڑ رہے تھے۔ انداز بالکل کسی ننھے سے بچے کا سا تھا جو اپنی کسی شرارت سے محظوظ ہو رہا ہو۔

کچھ دیر بعد دوسرا بھی ہوش میں آ گیا اور دونوں خاموش بیٹھے ایک دوسرے کو گھورتے رہے۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی بنا پر یہ نہ معلوم ہو سکا کہ پھر ان کے درمیان کس قسم کی گفتگو شروع ہو گئی تھی۔ بہر حال غوطہ غوری کا لباس پہننے والے نے شائد پانی میں اترنے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔

اپنا سامان اٹھا کر وہ ہیلی کوپٹر کی طرف چل پڑے۔

”یہ تو کچھ بھی نہ ہوا باس۔“ جوزف بولا۔

”تم کیا چاہتے تھے؟“

”اس نے غوطہ تو نہیں لگایا۔“

ہیلی کوپٹر کی آواز سے فضا مرتعش ہو گئی۔ وہ اسی سمت پرواز کر رہا تھا۔ جدھر سے آیا تھا۔

”آخر ادھر کیا ہے باس؟“ جوزف مغرب کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”میرا خیال ہے کہ ادھر اسی گودی کے نگران رہتے ہیں۔“

”اب ہمیں کیا کرنا ہے باس....؟“

”فی الحال صرف دیکھیں گے کہ اس دھوئیں کا اخراج کتنی دیر تک ہوتا رہتا ہے۔ رات کو بھی یہ سلسلہ قائم رہتا ہے یا نہیں۔ میں نے وہ جگہ بھی دیکھ لی ہے جہاں سے ہم اس چٹان پر پہنچ سکیں گے۔ اگر رات کو بھی دھواں بر قرار رہا تو زیادہ آسانی ہو گی۔“

عمران نے جوزف کو تیار رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ ہیلی کوپٹر کے لینڈ کرتے ہی وہ پھر غار سے نکل آئے اور اسی چٹان کی طرف بڑھنے لگے جس کی اوٹ سے ڈاک کی نگرانی کی جا سکتی تھی۔

اس بار پھر دو آدمی آئے تھے اور دونوں نے غوطہ خوری کے لباس پہن رکھے تھے۔

دونوں نے ایک ساتھ غوطے لگائے۔ ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ٹارچ تھی اور دوسرے نے اوزار کا تھیلا سنبھال رکھا تھا۔ لیکن دو منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ وہ پانی کی سطح پر ابھرتے دیکھے گئے اور جس انداز میں ڈاک پہنچے تھے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا جیسے کسی وجہ سے بوکھلاہٹ میں مبتلا ہو گئے ہوں۔ وہ ڈاک پر پہنچ کر دم بھی نہیں لینے پائے تھے کہ پانی کی سطح پر بھونچال سا آ گیا۔ کوئی سیاہ سی شے سطح پر ابھر رہی تھی۔

”اوہو.... آبدوز کشتی....!“ عمران آہستہ سے بڑبڑایا۔

جوزف کچھ نہ بولا.... وہ کسی شکاری کتے کی طرح اس جانب نگراں تھا۔ دونوں غوطہ خور ڈاک پر کھڑے آبدوز کو دیکھتے رہے۔

ٹھیک اسی وقت پھر کسی ہیلی کوپٹر کی آواز سنائی دی اور عمران چونک پڑا۔

”اوہو.... یہ تو مشرق کی طرف سے آ رہا ہے۔ چلو غار میں ورنہ ہم دیکھ لیے جائیں گے۔!“

یہ ہیلی کوپٹر حقیقتاً اسی سمت سے آرہا تھا جدھر انہوں نے دھوئیں کا حصار دیکھا تھا۔

جوزف غار کی جانب دوڑ گیا تھا لیکن عمران اسی چٹان کی ایک دراڑ میں دبک رہا۔ ہیلی کوپٹر اس کے اوپر سے گذرتا ہوا ڈاک کی طرف جارہا تھا۔

پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ ہیلی کوپٹر بھی ڈاک ہی پر لینڈ کر رہا ہے.... عمران دوبارہ اسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے ڈاک کی طرف جھانکتا رہا تھا بعد میں آنے والے ہیلی کوپٹر سے صرف ایک آدمی اترا۔ دوسری طرف آبدوز کے بالائی حصے سے تین افراد برآمد ہوئے تھے جو یکے بعد دیگرے ڈاک پر پہنچ گئے۔

انہوں نے غوطہ خوروں کے قریب پہنچ کر کچھ کہا تھا۔ جواب میں وہ بھی ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہتے رہے۔ پھر عمران نے انہیں دوبارہ غوطے لگاتے دیکھا۔ آبدوز سے اترنے والے تینوں افراد بعد میں آنے والے ہیلی کوپٹر کی طرف بڑھ رہے تھے۔

عمران پھر دراڑ میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ہیلی کوپٹر کا انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور وہ مشرق ہی کی طرف پرواز کر گیا تھا۔ عمران غار کی جانب چل پڑا۔

”کیا ہوا باس؟“ جوزف نے اسے دیکھتے ہی سوال کیا۔

”آبدوز سے تین آدمی اترے تھے جنہیں بعد میں آنے والا ہیلی کوپٹر مشرق کی طرف لے گیا۔ وہ دونوں غوطہ خور پھر پانی میں اترے ہیں۔“

”بہت گہرے معلوم ہوئے ہیں یہ لوگ.... کیا راستہ بنایا ہے آبدوز کے لیے۔“

”روشنی جو شگاف کے دہانے سے نکلتی تھی۔ شائد اسی آبدوز کی رہ نمائی کے لیے تھی۔“ عمران پر تشویش لہجے میں بولا۔ ”ہمیں یہاں سے ہٹ چلنا چاہیے۔! روشنی غائب ہو جانے کی وجہ معلوم ہونے پر آس پاس ضرور ہنگامہ برپا ہوگا۔“

جوزف کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ عمران نے سوئچ آن کیا کہیں سے آواز آرہی تھی۔ ”تاریک مہم.... تاریک مہم....!“

”تاریک مہم....!“ عمران نے جواب دیا۔

”صبح سے کئی بار رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی جاچکی ہے۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”مصروفیت تھی....!“ عمران بولا۔ ”کیا خبر ہے؟“

”پچھلی رات وہ جزیرہ غرق ہو گیا جہاں مینڈک نے جشن منایا تھا۔“

”غرق ہو گیا....؟“ عمران کے لہجے میں حیرت تھی۔ ”میں نہیں سمجھا....!“

”خبر ہے کہ زبردست زلزلے کے نتیجے میں ایسا ہوا۔ سمندر میں ایسا تلاطم ہوا کہ مینڈک کی کشتی تباہ ہو گئی۔ ہم نے اس کے ایک ایک فرد کو بچا لیا تھا۔ اور وہ سب ہمارے جہاز پر تھے۔“

”تھے سے کیا مراد ہے تمہاری....؟“ عمران نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”بتاتا ہوں۔ ہمارا جہاز متعلقہ جزیرے کی سمندری حدود ہی میں چکر لگا رہا تھا۔ محض اس لیے کہ ہم تم سے قریب ہی رہنا چاہتے تھے۔ اچانک جزیرے کی جنگی کشتیوں نے جہاز کو گھیر کر تلاشی لی پھر مینڈک پہچان لیا گیا اور وہ اسے پکڑ لے گئے ہم نے انہیں اپنی حکومت کی طرف سے الٹی میٹم دے دیا ہے کہ اگر مینڈک کو کوئی گزند پہنچا تو ہماری حکومت سختی سے نوٹس لے گی۔“

”وہ تمہارے جہاز ہی کو گھیر کر اپنے ساحل پر کیوں نہیں لے گئے....“ عمران نے پوچھا۔

”ہونا تو یہی چاہیے تھا.... لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔“

”اور لوگ کہاں ہیں....؟“

”وہ سب ہمارے ہی ساتھ ہیں.... انہیں کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔“

”جزیرے کی ذمہ دار شخصیت کو باضابطہ الٹی میٹم بھجواؤ! واقعی اگر مینڈک کو کوئی گزند پہنچا تو تمہاری حکومت کے لیے باعث شرم ہوگا۔ کیونکہ تم نے اسے پناہ دی تھی اس کی جان بچائی تھی۔“

”ایسا کیا جاچکا ہے.... ہم نے وائرلیس پر اس ذمہ دار شخصیت سے رابطہ قائم کر کے وارننگ دے دی ہے۔“

”ٹھیک ہے....!“

”کوئی رپورٹ....؟“

”کوئی خاص نہیں.... کام جاری ہے.... میرے ساتھیوں کا خاص خیال رکھا جائے۔ دونوں لڑکیوں کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔“

”ان میں سے ایک تمہارے لیے ہر وقت روتی رہتی ہے۔“

”خدا اس پر رحم کرے۔ اختتام۔!“ عمران نے کہہ کر سوئچ آف کر دیا۔

”پوری بات سمجھ میں نہیں آئی باس۔“ جوزف بھرائی آواز میں بولا۔

عمران اسے بیلو پیکو جزائر کے اس مخصوص جزیرے کی تباہی سے متعلق بتانے لگا جہاں فراگ اور اس کے ساتھیوں پر ہیلی کوپٹروں سے بمباری ہوئی تھی۔

"اور پھر موکارو کی گشتی پولیس نے لوئیسا کے اسٹیمر پر چھاپا مار کر فراگ کو گرفتار کر لیا اور اسے اپنے ساتھ لے گئی۔"

"یہ تو بہت برا ہوا باس۔!"

"فکر نہ کرو.... وہ اسے مار نہ سکیں گے کیونکہ حکومت فرانس اس کی حلیف بن گئی ہے۔ ساکاوا کی حکومت کو فرانس کی طرف سے وارننگ دے دی گئی ہے۔

خیر۔ اب ہمیں یہ جگہ چھوڑ دینی چاہئے.... مناسب یہ ہوگا کہ دھوئیں کے حصار ہی کی طرف بڑھ چلیں۔!"

"بہت اچھا باس۔!" جوزف نے کہا اور سامان سمیٹنے لگا۔

◆

ساکاوا نے بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ خبر اس کے لیے بیحد خوش کن تھی۔ اس نے خبر لانے والے سے کہا۔

"فراگ کی گرفتاری کے لیے جو انعامی رقم مقرر کی گئی تھی اس مہم میں حصہ لینے والوں میں تقسیم کر دی جائے۔"

'بہت بہتر یور آنر....!"

"کیا پرنس ہربنڈا بھی اسٹیمر میں تھے؟"

"نہیں یور آنر۔!"

"معلوم کرو....!"

"اسٹیمر کی تلاشی لینے والوں میں۔ میں بھی شامل تھا یور آنر....!"

"اسٹیمر اب کہاں ہے؟"

"ہم نے اسے موکارو کی سمندری حدود سے باہر نکال دیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔"

"کیپٹن نے یہ تحریری وارننگ دی تھی اور اس کی نقل پر میرے دستخط لیے تھے۔" اس نے

ایک کاغذ ساکاوا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ساکاوا نے پہلے اسے تیز نظروں سے گھورا تھا اور پھر کاغذ لے کر پڑھنے لگا تھا۔

"جاؤ....!" وہ کچھ دیر بعد ہاتھ ہلا کر بولا۔

اس کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ تھوڑی دیر بعد اس نے فون کا ریسیور اٹھا کر کسی کو حکم دیا تھا کہ فراگ کو اس کے سامنے پیش کیا جائے۔

اور وہ دس منٹ کے اندر ہی اندر اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ ایک بار پھر فراگ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نظر آئیں۔ لیکن وہ سینہ تانے کسی چٹان کی طرح ایستادہ تھا۔

ساکاوا زہریلی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "فرانس تمہارا حلیف بن گیا ہے۔ لیکن تم مجھے بہت مہنگے پڑے ہو۔ پچاس ہزار ڈالر بہت ہوتے ہیں۔"

فراگ کچھ نہ بولا۔ ساکاوا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا رہا۔

"پرنس ہربنڈا کہاں ہے؟" ساکاوا بالآخر دہاڑا۔

"میں نہیں جانتا.... کل رات تک میری لانچ پر تھا۔ غیر متوقع تلاطم نے لانچ کو تباہ کر دیا۔ ہو سکتا ہے غرق ہو گیا ہو۔ بچائے جانے والوں میں وہ نظر نہیں آیا تھا۔"

"وہ لوگ کون تھے جنہوں نے تمہیں بچایا تھا۔"

"فرانس کا اسٹیمر تھا.... وہ لوگ شاید موسمیاتی تحقیق کرتے ہیں۔"

"ہربنڈا کے ساتھ اور کون تھا؟"

"پرنسز ٹالابوآکا اسپیشل سیکرٹری عمران۔ دو ایرانی جو پرنس کے باڈی گارڈز تھے۔ عمران پرنس کے ساتھ ہی غرق ہو گیا۔ دونوں ایرانی بچ گئے تھے۔ وہ اسٹیمر پر ہیں۔"

"تم نے ایدلی دے ساواں اور کسی ڈھمپ لوپوکا کے متعلق بتایا تھا۔"

"اس سفر کے دوران میں وہ نہیں دکھائی دیئے۔"

"اب تم اپنی سزا خود ہی تجویز کرو۔"

"فرانس سے جھگڑا مول لینا ہو تو مجھے ہاتھ لگانا۔"

"میں تمہاری کھال اتروا کر تمہیں فرانس کے حوالے کر دوں گا بے فکر رہو....!"

"تم مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتے.... غلام ابن غلام.... کھال اتر جانے کے باوجود میں آزاد

رہوں گا۔"

"یقین کرو میں تمہیں سسکا سسکا کر ماروں گا۔"

"اگر میری آدھی سسکی بھی سن سکے تو میں تمہیں ایک لاکھ ڈالر دوں گا۔"

ساکاوا دانت پیس کر رہ گیا۔ صاحب اختیار تھا۔ لیکن نہ جانے اس کے ذہن میں کیا تھا کہ فوراً ہی اپنی حالت پر قابو پا کر مسکرا دیا۔ ویسے یہ دونوں پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کو گھورے جا رہے تھے۔۔۔

"اس جزیرے کو سمندر نگل گیا جہاں پچھلی رات تم لوگوں نے جشن منایا تھا۔" ساکاوا کسی سانپ کی طرح پھپھکارا۔

"اتفاقات ہی نے تمہیں چیمپئن بنایا ہے۔" فراگ نے خشک لہجے میں کہا۔

"اور اتفاقات ہی نے تمہیں میرے چنگل میں لا پھنسایا ہے۔ دیکھوں گا کہ کنگ چانگ تمہیں کس طرح رہائی دلاتا ہے۔"

"مجھ جیسے نہ جانے کتنے غلام کنگ چانگ کی شان بڑھانے کے لیے زندہ رہیں گے۔" فراگ غرایا۔

ٹھیک اسی وقت فون کی گھنٹی اور ساکاوا نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے بولنے والا شائد کوئی ایسی ہی بات کہہ رہا تھا کہ ساکاوا کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آنے لگے۔ فراگ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

دفعتاً ساکاوا نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر سپاہیوں سے کہا۔ "اسے لے جاؤ۔"

فراگ خود ہی دروازے کی طرف مڑا اور شاہانہ انداز میں چلتا ہوا ساکاوا کے دفتر سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد ہی ساکاوا بھی اٹھا تھا۔ بائیں جانب والے دروازے سے گذر کر وہ آپریشن روم میں پہنچا۔

آپریٹرز نے اسے تعظیم دی تھی۔ یہ سب جاپانی تھے۔

"کال کتنی دیر سے جاری ہے۔۔۔۔؟" اس نے چیف آپریٹر سے سوال کیا۔

"پہلی ہی کال میں میں نے آپ کو آگاہ کیا تھا یور آنر۔۔۔۔!"

"ٹھیک ہے۔ تم نے کوئی جواب تو نہیں دیا۔"

"نہیں یور آنر۔۔۔۔"

"سوئچ آن کرو۔۔۔۔!"

اس نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا۔

"ہیلو۔۔۔۔ موکارو۔۔۔۔ ہیلو موکارو۔۔۔۔!" ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ "پرنس ہربنڈا کالنگ موکارو۔۔۔۔ ہیلو موکارو۔ پرنس ہربنڈا کالنگ۔۔۔۔ کوئی جواب نہیں دیتا۔ لیکن میں اس توقع پر موکارو والوں سے مخاطب ہوں کہ کوئی تو میری آواز سن رہا ہو گا۔۔۔ اے اہالیان موکارو۔۔۔۔ میں پرنس ہربنڈا۔۔۔۔ تم سے انگریزی میں مخاطب ہوں۔ فرانسیسی اس لیے نہیں بول سکتا کہ مجھے فرانس سے نفرت ہے۔۔۔۔ اٹھارہ سال پہلے میں نے قسم کھائی تھی فرانسیسی نہیں بولوں گا۔۔۔۔ مادری زبان بھی نہیں بولوں گا کیونکہ بنکاٹا۔۔۔۔ میری۔۔۔۔ ماں۔۔۔۔ فرانسیسیوں کی غلام ہے۔۔۔۔ ہیلو موکارو۔۔۔۔ کوئی سن رہا ہے یا نہیں۔۔۔۔ پرنس ہربنڈا کالنگ۔۔۔۔ اب میں اس سور کا نام لیتا ہوں جس نے موکارو کو تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا ہے۔۔۔۔ ساکاوا کیا تو سن رہا ہے۔"

ساکاوا نے تھوک نگل کر ہونٹوں پر زبان پھیری اور ٹرانسمیٹر سے ٹیپ ریکارڈر اٹیچ کر دینے کا اشارہ کیا۔

کچھ دیر بعد ہربنڈا پھر ساکاوا کو پکارنے لگا۔ "ساکاوا۔ تیرے آدمیوں نے میرے دوست ڈیڈلی فراگ کو پکڑ لیا ہے۔۔۔۔ اس نے یقیناً یہی کہا ہو گا کہ ہربنڈا ڈوب گیا۔ لیکن وہ جانتا ہے کہ میں کہاں ہوں۔ کیا تجھ میں اتنی ہمت ہے کہ فراگ کو گزند پہنچا سکے۔ میں ہربنڈا تجھے وارننگ دیتا ہوں اگر اس پر ہلکا سا بھی تشدد ہوا تو تیری خیر نہیں اور اب اے موکارو کے باشندو میں پھر تم سے مخاطب ہوں۔۔۔۔ ساکاوا نہیں چاہتا کہ میں موکارو میں قدم رکھوں اگر فراگ نے میرا ساتھ نہ دیا ہوتا تو ساکاوا مجھے قتل کروا دیتا۔"

"بکواس بند کرو۔۔۔۔!" ساکاوا ٹرانسمیٹر سے قریب ہو کر بولا۔

"یہ کون بدتمیز ہے جو مجھ سے بے تکلف ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔۔۔۔؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"میں ساکاوا بول رہا ہوں۔ تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے مخاطب کرنے کی عقلمندی کر بیٹھے۔ کان کھول کر سن لو۔ ہز میجسٹی کا فرمان ہے کہ جب تک تم اپنے باپ سے معافی نہیں مانگو گے تم

موکارو میں داخل نہیں ہو سکو گے۔"

"ہز میجسٹی کبھی ایسا فرمان جاری نہیں کر سکتے.... تو جھوٹا ہے۔ ہز میجسٹی روایات کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ میرا باپ موکارو کے شاہی خون سے تعلق نہیں رکھتا....!"

"ہز میجسٹی لکیر کے فقیر نہیں ہیں۔ ان کے حوالے سے جھوٹ نہیں بول سکتا تم براہ راست انہیں مخاطب کر سکتے ہو۔"

"میں جانتا ہوں کہ تو نے عورت اور شراب کا جادو چلایا ہے۔"

"پرنس ہربنڈا۔ حد سے نہ بڑھو۔"

"میں پھر وارننگ دیتا ہوں کہ فراگ کو کوئی گزند نہ پہنچے۔"

"اگر اس نے تمہارا پتانہ بتایا تو جان سے مار دوں گا۔"

"وہ وفادار دوست کبھی اپنی زبان نہ کھولے گا۔"

"تو پھر اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

"اچھا.... اچھا.... میں دیکھو گا.... اور اس بڑی طاقت کی دھمکی کو بھی دیکھوں گا جو اس نے موکارو کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرنے والوں کو دی ہے۔"

اس کے بعد سناٹا چھا گیا تھا۔

ساکاوا نے ٹیپ ریکارڈر سے اسپول نکلوا کر اپنے دفتر میں پہنچانے کا اشارہ کیا اور آپریشن روم سے باہر نکل آیا۔ ایک بار پھر وہ اپنے دفتر میں داخل ہو رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔

فون پر کسی سے رابط قائم کر کے فراگ کو دوبارہ پیش کرنے کا حکم دے کر ریسیور کریڈل پر رکھا اور بیورو سے شراب کی بوتل نکالی۔

شراب نوشی ہی کے دوران میں فراگ لایا گیا۔ وہ قہر آلود نظروں سے ساکاوا کو گھورتا رہا۔

ساکاوا کے انداز میں ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے محض اپنی مے نوشی کا اسٹائل دکھانے کے لیے فراگ کو طلب کیا ہو۔ تھوڑی دیر بعد خالی گلاس میز پر رکھ کر وہ فراگ کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم نے کہا تھا کہ ہربنڈا غرق ہو گیا۔" وہ بے حد نرم لہجے میں بولا۔

"ہاں۔ میں نے کہا تھا۔"

"لیکن وہ زندہ ہے....!"

"ہو سکتا ہے....!" فراگ نے لاپرواہی سے کہا۔

"اور تم جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے۔" ساکاوا میز پر گھونسہ مار کر دہاڑا۔

فراگ کوئی جواب دینے کی بجائے اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنے لگا تھا۔ ٹرانسمیٹر پر ریکارڈ کی ہوئی کال کا ٹیپ اس دوران میں ساکاوا کے آفس والے ٹیپ ریکارڈر پر چڑھایا جا چکا تھا۔ اس نے اسے چلانے کا اشارہ کیا.... معتمد نے ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آن کر دیا۔ ریکارڈ کی ہوئی آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

ایک بے ساختہ سی مسکراہٹ فراگ کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی کیونکہ یہ ہربنڈا کی بجائے عمران کی آواز تھی۔ وہ بحیثیت ہربنڈا ساکاوا سے مخاطب ہوا تھا۔ لیکن عمران نے تو کہا تھا کہ اسے انگلش نہیں آتی۔ بہر حال اس کا یہ مطلب ہوا کہ ساکاوا ہربنڈا کی آواز نہیں پہچان سکتا۔ وہ سوچتا رہا اور عمران کی عقلمندی پر عش عش کرتا رہا۔ اس کی جان بچا لینے کا یہی مناسب ترین طریقہ تھا۔ اب ساکاوا اسے زندہ رکھنے پر مجبور ہوگا تاوقتیکہ وہ اسے ہربنڈا کا صحیح پتہ نہ بتا دے۔

کال کے اختتام پر ساکاوا اسے گھورتا ہوا بولا۔ "اب کیا کہتے ہو؟"

"سچ مچ میری کھال اتار دو تب بھی نہ بتاؤں گا۔"

"تم پیاسے معلوم ہوتے ہو۔" ساکاوا نے نرم لہجے میں کہا۔

"نہیں.... ایسی کوئی بات نہیں....!"

"میں تمہیں ضرور پلاؤں گا۔"

"اس وہم میں نہ پڑو کہ نشے میں مجھ سے کچھ اگلوا سکو گے۔"

"سنو فراگ! تمہاری وجہ سے میرے کئی درجن آدمی ضائع ہوئے ہیں۔ میں سب کچھ بھول جاؤں گا اگر تم مجھ سے تعاون کرو....!"

"ہو سکتا ہے! لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"تمہاری قید ہی مجھے زندہ رکھ سکتی ہے۔"

"صاف صاف کہو....!"

”میں فرانس کی گرفت میں آگیا ہوں۔“

”کھل کر بات کرو۔“

”ابھی اس کا وقت بھی نہیں آیا۔“

”بیٹھ جاؤ....!“ ساکاوا سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”میں پہلے بھی تم سے ڈھمپ لوپوکا اور لوئیسا کا ذکر کر چکا ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کہ ان لوگوں نے کیا چکر چلایا ہے۔“ فراگ بیٹھتا ہوا بولا۔

ساکاوا اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ فراگ پھر بولا۔ ”ہم خواہ مخواہ آپس میں جھگڑا کر بیٹھے۔ نہ تمہارے آدمی مجھے کافی میں بے ہوشی کی دوا دینے کی کوشش کرتے اور نہ تمہارے خلاف جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہوتا۔“

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... مجھے عقل سے کام لینا چاہئے تھا۔“

”ان لوگوں کا خیال ہے کہ یہاں فرانس کے مفاد کے خلاف کچھ ہو رہا ہے! بے چارہ ہربنڈا ایک مہرے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔“

”تم جانتے ہوئے کہ ہربنڈا کہاں ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”تو پھر مجھے بتا دو۔“

”تم اصل معاملے کی طرف توجہ کیوں نہیں دیتے! ہربنڈا میں کیا رکھا ہے۔ ہربنڈا ایک اسکیم میں شامل تھا جو فیل ہو گئی۔ اب موکارو میں داخل ہونے کا کوئی دوسرا ذریعہ تلاش کریں گے۔ رہی ہربنڈا کی بات تو میں اسے دوست کہہ چکا ہوں۔ اس سے نہیں پھر سکتا خواہ تم مجھے اپنے شکاری کتوں سے نچوادو۔“

ساکاوا پھر کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر بعد گارڈز کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

”ہتھکڑیاں کھول دو۔“

فراگ کے چہرے پر پہلے تو حیرت کے آثار نظر آئے پھر اس نے خود پر قابو پالیا۔ ساکاوا نے بیوریو سے دوسرا گلاس نکالا اور اس میں فراگ کے لیے شراب انڈیلنے لگا۔

”دوستی کا جام....!“ گلاس آگے سرکاتے ہوئے اس نے فراگ کو مخاطب کیا تھا۔

”بشرط وفاداری....!“

”میں تمہیں غلط سمجھا تھا۔“ ساکاوا سنجیدگی سے بولا۔ ”تلافی کر دی جائے گی فکر مت کرو۔“

فراگ نے گلاس اٹھایا۔ دونوں نے گلاس ٹکرائے اور برسوں پرانے دوستوں کی طرح پینے لگے۔

”جاؤ....!“ ساکاوا نے گارڈ کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

گارڈز کے چلے جانے کے بعد فراگ بولا۔ ”میں نے ہربنڈا سے محض اسی لیے تعلقات بڑھائے تھے کہ کسی طرح ڈھمپ لوپوکا پر ہاتھ ڈال سکوں۔ تم تصور نہیں کر سکتے کہ میں نے اس کے ہاتھوں کتنی بڑی شکست کھائی ہے۔ میں اس کی فکر میں تھا کہ تم الجھ پڑے۔“

”بھول جاؤ! سب کچھ بھول جاؤ۔“ ساکاوا بیحد نرم لہجے میں بولا۔ ”لیکن میں یہ ضرور جاننا چاہوں گا کہ تم نے اس سے شکست کس طرح کھائی تھی۔“

”ہو سکتا ہے میں تمہیں بتا دوں۔ لیکن اس کی تشہیر پسند نہیں کروں گا۔ میرے لیے مر جانے کا مقام ہے۔“

فراگ کا گلاس خالی ہو چکا تھا۔ دوبارہ لبریز کیا گیا اور وہ ایک ایک گھونٹ لے کر ڈھمپ لوپوکا کی کہانی دہرانے لگا۔ ساکاوا بڑے غور سے سن رہا تھا۔ اختتام پر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”تمہیں پہلے ہی بتا دینا چاہئے تھا۔“

”بتانے کی ابتدا نہ کی ہوتی تو تم تک لوپوکا اور لوئیسا کا نام کیونکر پہنچتا لیکن تم تو ہوا کے گھوڑے پر سوار تھے۔“

”شائد مجھ سے غلطی ہوئی تھی....اب تم ان دونوں تک میری رہ نمائی کرو۔ ہماری دوستی میں کوئی فرق نہیں آنے پائے گا.... تم اپنا یہی بیان ہز میجسٹی کے سامنے دہراؤ گے.... میں تمہارے لیے معافی نامہ حاصل کروں گا۔ معافی نامہ کل کے لافیکتا میں شائع ہو گا....اور تم یہاں آزادانہ زندگی بسر کر سکو گے۔“

”ڈھمپ لوپوکا....!“ فراگ دانت پیس کر بڑبڑایا۔

◆

انہوں نے وہ جگہ چھوڑ دی تھی اور دھوئیں کے حصار کی طرف بڑھتے چلے گئے تھے۔ غار

کے دہانے سے نکلنے والے دھوئیں کا اخراج صرف تین گھنٹے جاری رہا تھا۔ شام ہوتے ہی انہوں نے آگے بڑھنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ آبدوز ڈاک کے قریب سے پھر نہیں ہلی تھی اور نہ وہ تین آدمی ہی واپس آئے تھے۔ جنہیں ہیلی کوپٹر دھوئیں کے حصار کی جانب لے گیا تھا.... غوطہ خوروں کا ہیلی کوپٹر بھی کچھ دیر بعد ڈاک سے پرواز کر گیا تھا۔

اس وقت رات کے نو بجے تھے۔ پورا چاند بادلوں کے چھوٹے چھوٹے سفید ٹکڑوں میں آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔ فضا کبھی تو شفاف چاندنی سے نہا جاتی اور کبھی ایسا محسوس ہونے لگتا جیسے اس پر کہر کی ہلکی سی چادر پھیل گئی ہو۔ بہر حال وہ دونوں اپنے راستے کا تعین بہ آسانی کر سکتے تھے۔

"مجھے تو ایسا لگتا ہے باس جیسے میں خواب دیکھ رہا ہوں۔" جوزف بڑبڑایا۔

"کیوں....؟ تمہارے لیے یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے۔ اس سے پہلے تم کئی مہمات میں میرے ساتھ رہ چکے ہو....!" عمران بولا۔

"ہاں.... ہاں.... کیوں نہیں.... بوغا والی مہم اس سے بھی زیادہ خطرناک تھی۔ لیکن نہ جانے کیوں ایسا لگتا ہے جیسے دنیا اسی جزیرے سے شروع ہوئی ہو دنیا نہیں بلکہ زندگی کہنا چاہیے۔"

"میں صبح سے محسوس کر رہا ہوں کہ تو فلسفیوں کے سے انداز میں سوچنے لگا ہے۔"

جوزف کچھ نہ بولا۔ رات کا سناٹا اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے دریائے نائیجر کے بڑے بڑے آدم خور مگرمچھ بے آواز رینگتے ہوئے اپنے کسی غافل شکار کی طرف بڑھ رہے ہوں۔

"باس کیا خیال ہے.... فراگ زندہ ہوگا۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"اسے زندہ رکھنے کے لیے میں نے پرنس ہربنڈا کی طرف سے ساکاوا کو پکارا تھا۔"

"ٹھیک ہے! وہ اسے جان سے نہیں مارے گا۔ لیکن ہو سکتا ہے اتنا تشدد ہو اس پر کہ وہ ہمارے بارے میں سچی بات اگل دے۔"

"یقیناً اس پر اسی حد تک تشدد کیا جائے گا۔"

"اگر اس نے بتا دیا کہ ہم کہاں ہیں تو کیا ہوگا؟"

"اس کے امکان کو میں نے نظر انداز نہیں کیا تھا۔ لیکن فراگ اتنا احمق نہیں ہے کہ تشدد سے بچنے کے لیے زندگی کا سودا کر بیٹھے گا۔ ساکاوا اسے اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک وہ اپنی زبان نہیں کھولتا۔"

"آدمی قابل اعتبار نہیں ہے....!"

عمران چلتے چلتے رک گیا اور جوزف کی طرف مڑ کر بولا۔ "تم شائد نہیں جانتے کہ اگر اسے میری ایک حیثیت کا علم ہو جائے تو وہ مجھے گولی مار دے گا۔"

"اوہ۔ کوئی ایسی بات بھی ہے۔"

"ڈھمپ لوپوکا....!"

"یہ کیا بلا ہے.... تم ایک بار پہلے بھی اس کا حوالہ دے چکے ہو۔!"

عمران اسے ڈھمپ لوپوکا والا واقعہ بتانے لگا۔ جوزف آواز سے ہنس رہا تھا۔

کہانی کے اختتام پر پھر نہ جانے کیوں اچانک سنجیدہ ہو گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔

"باس.... وہ دونوں خطرے میں ہیں۔"

"ظفر اور جیمسن....؟"

"ہاں.... باس.... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔ تمہاری اس کال کے بعد وہ خطرے میں پڑ گئے ہیں۔ پرنس ہربنڈا کے باڈی گارڈز کی حیثیت سے وہ اس کے ساتھ فرانس سے آئے تھے۔ فراگ یہی تو جانتا ہے نا۔ فرض کرو اس پر تشدد کیا جاتا ہے اور وہ وقتی طور پر اپنی جان چھڑانے کے لیے کہہ دیتا ہے کہ ہربنڈا کے باڈی گارڈز سے پوچھو کہ وہ کہاں ہیں۔ میں تو نہیں جانتا بس پھر اسٹیمر گھیرا جائے گا اور وہ دونوں پکڑ لیے جائیں گے۔"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ وہ دونوں بھی پہنچ جائیں۔" عمران آہستہ سے بولا۔ "اس کال میں یہ مقصد بھی پوشیدہ تھا۔ دوپہر کو جب تم سو رہے تھے! میں نے ظفر سے رابطہ قائم کر کے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کے لیے تیار رہے اور میں نے اسے یہ بھی بتا دیا ہے کہ وہاں پہنچ کر اسے کیا کرنا ہے۔"

"تب ٹھیک ہے۔"

عمران ڈھمپ لوپوکا کی کہانی سنانے کے لیے بیٹھ گیا تھا۔ اسی بہانے وہ دونوں کچھ دیر ستا لیے تھے۔

"بس اب اٹھ جاؤ۔" عمران جوزف کا شانہ تھپک کر بولا لیکن ٹھیک اسی وقت کسی ہیلی کوپٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔

"لیٹ جاؤ....!" عمران خود بھی زمین پر گرتا ہوا بولا۔ "ہو سکتا ہے وہ ادھر ہی سے

گزرے۔"

جوزف نے مشینی انداز میں ہدایت پر عمل کیا تھا۔

ہیلی کوپٹر کی آواز قریب ہوتی جارہی تھی۔ وہ ان سے کسی قدر فاصلے سے گزرا۔ اس کا رخ پوشیدہ گودی ہی کی طرف تھا۔

"ہوسکتا ہے اسی آبدوز سے اترنے والے واپس ہوئے ہوں۔" عمران آہستہ سے بولا۔

"نن.... نہیں باس وہ تو اسی طرف چکر لگا رہا ہے.... وہ دیکھو....!" سچ مچ ہیلی کوپٹر نے ایک لمبا چکر لیا تھا۔

"چپ چاپ پڑے رہو.... ذرہ برابر بھی حرکت نہ ہو۔" عمران بولا۔

ہیلی کوپٹر اب ان سے قریباً تین چار سو گز کے فاصلے پر نیچے اتر رہا تھا۔

"ہوشیار۔!" عمران آہستہ سے بولا۔ "پستول میں سائیلنسر لگالو۔"

خود وہ بھی اپنا پستول سنبھالنے لگا تھا۔ دفعتاً ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ وہ بائیں جانب والے نشیب میں کہیں اتر گیا تھا۔

"اس طرف بھی کچھ ہے کیا؟" جوزف بڑبڑایا۔

"دیکھیں گے۔"

تھوڑی دیر تک وہ ہیلی کوپٹر کے انجن کی آواز سنتے رہے پھر اچانک سناٹا چھا گیا۔

"لیٹے ہی لیٹے کھسک چلو۔" عمران نے بائیں جانب اشارہ کیا۔

جوزف زمین سے لگا ہوا کسی چھپکلی ہی کی طرح دوڑ پڑا تھا۔

وہ چٹان کے سرے تک چلے آئے۔ ہیلی کوپٹر نے قریباً سو فٹ نشیب میں لینڈ کیا تھا۔

دو سائے ہیلی کوپٹر سے اتر کر ایک جانب بڑھتے ہوئے نظر آئے ایک جگہ ان میں سے ایک نے ٹارچ روشن کی۔

"اوہو.... وہ اس دراڑ میں داخل ہو رہے ہیں۔" جوزف آہستہ سے بولا۔

"خاموشی سے دیکھتے رہو۔"

وہ دونوں سامنے والی چٹان کی ایک دراڑ میں داخل ہو کر نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔

اب پھر وہی پہلے کا سا سناٹا تھا اور ویرانے کی رات سائیں سائیں کر رہی تھی۔

یہ دونوں چٹان کی طرف نگراں رہے۔ غالباً بیس منٹ بعد وہ دونوں سائے اس دراڑ سے برآمد ہوئے۔ انہیں ہیلی کوپٹر کی طرف بڑھتے دیکھ کر یہ دونوں پھر اپنی پہلی پوزیشن پر پہنچنے کی کوشش کرنے لگے۔

ہیلی کوپٹر کا انجن دوبارہ جاگا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ فضا میں بلند ہوا اور چکر کاٹ کر اسی سمت پرواز کر گیا جدھر سے آیا۔

"آخر وہ یہاں کیا کرنے آئے تھے اس دراڑ میں کیا ہے؟" جوزف بولا۔

"دیکھ لیں گے.... آؤ....!" عمران اٹھ کر بائیں جانب بڑھتا ہوا بولا۔ "لیکن جب تک میں نہ کہوں ٹارچ ہرگز روشن نہ کرنا۔ اوہاں۔ ٹھہرو....! تھیلے یہیں چھوڑے چلتے ہیں۔!"

ڈھلان ناقابل عبور نہیں تھی۔ وہ بہ آسانی اس جگہ تک پہنچ گئے جہاں ہیلی کوپٹر لینڈ کیا گیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک وہیں رکے رہے پھر آگے بڑھے اور عمران نے جھک کر ایک پتھر اٹھایا۔

جوزف نے آہستہ سے پوچھا۔ "کیا ہے باس؟"

"پتھر....!"

"پپ.... پتھر...."

"ہاں پاگل ہوگیا ہوں.... تجھے ماروں گا....!"

"ارے.... ہی.... ہی.... باس۔!"

"خاموشی سے چلو۔"

کچھ دور آگے بڑھ کر ایک بڑے پتھر کی اوٹ سے عمران نے اپنے ہاتھ والا پتھر دراڑ کی طرف پھینکا تھا۔ سناٹے میں پتھر گرنے کی آواز دور دور تک پھیل گئی لیکن اس کا کوئی رد عمل نہ ہوا۔

"آؤ....!" عمران آہستہ سے بولا۔ "تم دراڑ کے باہر ہی ٹھہرنا۔"

وہ بہت احتیاط سے آگے بڑھنے لگے۔

دراڑ دو ڈھائی فٹ سے زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ جوزف باہر ہی رک گیا۔ عمران دراڑ میں داخل ہو کر چند لمحے بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اس نے پنسل ٹارچ نکالی۔ روشنی کی پتلی سی لکیر اس کے پیروں کے پاس سے آگے رینگتی چلی گئی۔ راستہ ناہموار نہیں تھا۔ وہ بے آواز چلنے لگا۔

دو چار قدم چل کر رک جاتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے یقین اور بے یقینی کی کشمکش میں مبتلا ہو یہ اقدام سود مند بھی ثابت ہو گا یا نہیں؟

کچھ دور چلنے کے بعد اس نے محسوس کیا جیسے وہ درے سے گذر کر کسی بہت وسیع اور کشادہ غار میں پہنچ گیا ہو۔ ٹارچ کی روشنی کی پتلی سی لکیر اندھیرے میں گم ہو کر رہ گئی۔

ٹھیک اسی وقت اس نے کسی کے کھانسنے کی آواز سنی تھی اور پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا تھا۔

کھانسی پھر سنائی دی۔ غالباً وہ کوئی عورت تھی۔ بائیں جانب سے آواز آئی تھی۔

ٹارچ روشن کئے بغیر وہ اسی طرف رینگنے لگا۔

”کون ہے؟“ نسوانی آواز تھی۔ سوال انگریزی میں کیا گیا تھا۔

”یہاں اجنبی تو آنے سے رہا۔“ عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”نہیں.... نہیں.... نہیں۔ ہرگز نہیں۔ مجھے اس طرح بھی خوفزدہ نہیں کیا جاسکتا۔“

نسوانی آواز پھر آئی اور اس کے بعد کھانسیاں۔

عمران رینگتا ہوا آواز کے قریب ہوتا جارہا تھا اور پھر اچانک ٹارچ روشن کی اور متحیر رہ گیا روشنی کی لکیر ایک بڑے سے پنجرے پر رینگ رہی تھی اور وہ لڑکی اسی پنجرے میں بند تھی۔ کئی پنجرے اور بھی نظر آئے لیکن وہ خالی تھے۔

اس نے ایک بار پھر لڑکی کے چہرے پر روشنی ڈالی۔ کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتی تھی۔ لباس شکستہ تھا اور آنکھوں کے گرد حلقے نظر آرہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے وہ بہت زیادہ بیمار ہو۔

”کیا تم یہاں تنہا ہو؟“ عمران نے انگریزوں کے سے لہجے میں پوچھا۔

”مجھ پر کوئی فریب نہیں چل سکتا۔ میں تم پر تھوکتی ہوں۔ مجھے بھی مار ڈالو اور میرے باپ کو بھی مار ڈالو۔“

”تم غلط سمجھی ہو! میں ان میں سے نہیں ہوں۔“

”یہاں ان کے علاوہ اور کوئی قدم نہیں رکھ سکتا۔“

”دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ یقین کرو میں یہاں کے مظلوموں کا دوست ہوں۔!“

وہ کچھ نہ بولی کیونکہ کھانسیوں کا دورہ پڑ گیا تھا۔

عمران نے ٹارچ روشن کی اور پنجرے کا جائزہ لینے لگا۔ پنجرہ مقفل تھا۔

”صرف اتنا بتادو کہ وہ دونوں پھر واپس تو نہیں آئیں گے۔“ عمران نے پوچھا۔

”میں تمہاری باتوں میں نہیں آسکتی۔“

”میں اس لیے پوچھ رہا ہوں کہ اطمینان سے اس کیج کا قفل کھول سکوں۔“

”تم آخر ہو کون؟ میں نے یہاں کسی کو بھی اتنی شائستگی سے انگلش بولتے نہیں سنا۔“

”بس ایک دوست سمجھ لو.... مجھ پر اعتماد کرو۔“

”وہ کل ہی کسی وقت آئیں گے۔ لیکن مجھے زندہ نہ پائیں گے۔“ لڑکی نے کہا اور پھر کھانسنے لگی۔

عمران نے قفل پر روشنی ڈالی اور جیب سے فاؤنٹین پن کی شکل کا کوئی اوزار نکالا۔

”تمہیں کیا تکلیف ہے؟“ اس نے قفل پر ہاتھ صاف کرتے وقت لڑکی سے پوچھا تھا۔

”میں بھوکی ہوں۔ انہوں نے تین دن سے مجھ پر کھانا اور پانی بند کر رکھا ہے۔“

”اوہو.... تو تمہیں سزا دی گئی ہے!“

لڑکی کچھ نہ بولی۔ اتنے میں قفل بھی کھل گیا۔ اس نے کیج کا دروازہ کھولتے ہوئے لڑکی سے کہا۔ ”نکل آؤ۔“

وہ لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے باہر آئی تھی۔ عمران نے سہارے کے لیے اپنا بازو پیش کیا۔

”میرا سر چکرا رہا ہے۔ میں چل نہیں سکتی۔“

”کیا میں تمہیں اٹھاؤں۔“

”نہیں۔!“ وہ اس طرح اس کا بازو چھوڑ کر دور ہٹ گئی جیسے اس نے کوئی بہت نامناسب بات کہی ہو اور پھر وہ گر ہی پڑی تھی۔

عمران نے اس کے چہرے پر روشنی ڈالی۔ لڑکی کی آنکھیں بند تھیں اور وہ رک رک کر سانسیں لے رہی تھی۔ اس نے اس کی پیشانی تھپک تھپک کر آوازیں دیں۔ لیکن وہ تو بیہوش ہو چکی تھی۔ عمران نے اسے اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور داہنے ہاتھ سے ٹارچ روشن کئے ہوئے درے کے دہانے تک آپہنچا۔

”یہ میں ہوں جوزف۔!“ اس نے اطلاع دی۔

"او کے باس!" جوزف اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"چلو.... آگے چلو۔!"

"اوہو.... یہ کیا اٹھا رکھا ہے؟"

"وہی جو مقدر میں ہے۔ یہاں بھی ایک لڑکی ہاتھ لگی ہے۔"

"بولتی ہوئی نہیں ہے کیا؟"

"بولے گی.... بولے گی.... ذرا ہوش تو آنے دو۔"

"میں نہیں.... سمجھا۔!"

"چلتے رہو.... اور فی الحال ادھر ہی کوئی ایسی پناہ گاہ تلاش کرنے کی کوشش کرو کہ ہم اوپر سے دیکھے نہ جا سکیں۔"

تھوڑی سی تلاش کے بعد انہیں ایک ایسی جگہ مل گئی تھی۔ عمران نے بیہوش لڑکی کو زمین پر ڈال دیا اور جوزف سے بولا۔ "تھیلے یہیں اٹھا لاؤ۔! یہ تین دن سے بھوکی پیاسی تھی۔ نقاہت نے اس حال کو پہنچا دیا۔"

اس کے جانے کے بعد وہ لڑکی کو ہوش میں لانے کی تدبیریں کرنے لگا تھا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بھی اس میں مدد و معاون ثابت ہوئے اور لڑکی جلد ہی ہوش میں آ گئی۔

"تم.... میں کہاں ہوں؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں تمہیں اس غار سے نکال لایا ہوں اور اب تم کھلے آسمان کے نیچے ہو میرا ساتھی سامان لینے کے لیے گیا ہے۔ جلد ہی ہم تمہیں کچھ کھانے پینے کو دے سکیں گے۔"

"ایسی چالوں سے بھی تم لوگ کام نہ نکال سکو گے۔"

"لڑکی تمہیں یقین کیوں نہیں آتا کہ ہم ان لوگوں میں نہیں ہیں جنہوں نے تمہیں اس حال کو پہنچایا ہے۔"

"پھر تم کون ہو۔"

"پہلے تم اپنے بارے میں بتاؤ۔"

"اتنا ہی بتا دو کہ تم کہاں کے باشندے ہو۔"

"آدھا انگریز سمجھ لو۔!"

"آدھا سے کیا مراد ہے؟"

"آکسفورڈ کا طالب علم رہ چکا ہوں اور میرے کئی دوست انگریز ہیں۔ سارے خواب انگلش ہی میں دیکھتا ہوں۔"

"مجھے باتوں میں اڑانے کی کوشش نہ کرو۔ بھوکی پیاسی مر جانا گوارا ہے لیکن وہ نہ ہو سکے گا جو تم چاہتے ہو۔"

"ہم نیوزی لینڈ کے باشندے ہیں۔ میرے ساتھ ایک مادری پریسٹ بھی ہے۔ ہم اپنے ایک ایسے آدمی کی تلاش میں آئے ہیں جسے اغوا کیا گیا ہے۔"

"کون ہے وہ؟"

"نیوکلیئر سائنٹسٹ ڈاکٹر گرام پولارٹ....!"

"اوہ.... میرا باپ بھی تو نیوکلیئر سائنٹسٹ ہی تو ہے اور ہم دونوں کو بھی اغوا کیا گیا تھا۔ ہم کینیڈین ہیں۔ ادھر تفریح کے لیے آئے تھے۔ وہ میرے باپ سے جانوروں کی طرح کام لیتے ہیں۔"

"لیکن تمہیں یہ سزا کیوں ملی؟"

"وہ چاہتے تھے کہ میں ان لوگوں کی تفریح بن جاؤں۔ لیکن میں نے سختی سے انکار کر دیا۔ کئی لڑکیاں ان کی بھینٹ چڑھ گئی ہیں۔ جو اس پر تیار نہیں ہوتیں انہیں اس تاریک اور ویران غار میں قید کر کے بھوکا پیاسا رکھا جاتا ہے۔ اس وقت بھی وہ معلوم کرنے کے لیے آئے تھے کہ میرا دماغ درست ہوا یا نہیں....!"

"اس سے پہلے تم کہاں تھیں؟"

"زمین دوز رہائش گاہیں جن کے اوپر گہرا دھواں چھایا رہتا ہے۔"

"دھواں غالباً اس لیے ہو گا کہ وہ دیکھے نہ جا سکیں۔ لیکن جب انہوں نے زمین دوز رہائش گاہیں بنا رکھی ہیں تو پھر اس دھوئیں کا اہتمام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"وہ دھواں تو اس لیے ہے کہ کوئی قیدی فرار ہونے کی کوشش نہ کرے کچھ مخصوص آدمیوں کے علاوہ اور کوئی دھوئیں کے اس گھیرے کو پار نہیں کر سکتا۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"جو کوئی اس دھوئیں سے گذرنے کی کوشش کرتا ہے جل کر بھسم ہو جاتا ہے۔ دھوئیں میں بجلیاں سی کوندتی ہیں اور جھلسا کر آدمی کو کوئلہ بنا دیتی ہیں۔"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ جوزف واپس آ گیا۔

"یہ دیکھو۔! اگر پہلے کبھی تم نے کوئی مادری دیکھا ہو۔!" عمران نے کہہ کر جوزف کے چہرے پر ٹارچ سے روشنی ڈالی۔

"ہاں.... ہاں۔!" لڑکی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "اب تم اپنی شکل بھی دکھاؤ۔"

محدود روشنی کا دائرہ جوزف کے چہرے سے عمران کے چہرے پر منتقل ہو گیا۔

"نہیں۔! تم ان میں سے نہیں معلوم ہوتے وہ سب چپٹی ناکوں والے زرد لوگ ہیں۔"

"جاپانی....؟"

"ہاں.... سفاک اور خونخوار لوگ....؟"

"خیر.... اب تم پہلے کچھ کھا پی لو.... شراب کے بھی صرف دو گھونٹ مل سکیں گے۔!"

"میں شراب نہیں پیتی.... میرا باپ بھی نہیں پیتا۔"

"یہ اچھی بات ہے۔"

ڈبے میں محفوظ کی ہوئی غذا سے پیٹ بھر لینے کے بعد وہ ایک بار پھر بے حس و حرکت ہو گئی لیکن بیہوشی کا وقفہ قلیل تھا۔

جوزف نے اب خاموشی اختیار کر لی تھی۔ تھوڑی دیر بعد لڑکی نحیف سی آواز میں بولی۔

"اب مجھے نیند آ رہی ہے۔"

"تھوڑی سی باتیں اور ہو جائیں تو کیا حرج ہے۔" عمران نے لہجے میں التجا کا انداز پیدا کر کے کہا۔

"ضرور.... ضرور۔!"

"آخر وہ لوگ دھوئیں سے کس طرح گذرتے ہیں؟ تم بھی اسی سے گذر کر یہاں تک پہنچی ہو....!"

"دھوئیں سے گذرنے کے لیے وہ ایک خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں۔ مجھے بھی پہنایا گیا تھا۔ پھر وہ اسے واپس لے گئے تھے۔"

"اوہو.... تو ان کے چہرے بھی چھپ جاتے ہوں گے اس لباس میں۔"

"ہاں۔ آنکھوں کی جگہ ان میں شیشے لگے ہوئے ہیں۔"

"اس وقت بھی وہ اس دھوئیں ہی سے گذر کر آئے ہوں گے؟"

"ہاں۔ ان کے جسموں پر وہ لباس موجود تھے۔"

"تمہارے لیے بھی لائے ہوں گے اس توقع پر کہ شائد تمہارے خیالات تبدیل ہو گئے ہوں۔"

"ہو سکتا ہے۔"

"تب پھر میں تم سے استدعا کروں گا کہ ایک رات اور اسی پنجرے میں گذار لو۔"

"کک.... کیوں....؟"

"میں ان سے وہ لباس حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اب میں سمجھ گئی.... تجویز عمدہ ہے.... لیکن تم دو آدمی کیا کر سکو گے؟"

"تم کیا جانو کہ ہم صرف دو ہیں یا دو ہزار...."

"اچھا.... اچھا.... میں تم سے متفق ہوں.... ایک رات اور سہی....!"

"بہت بہت شکریہ! لیکن کیا وہ صرف رات ہی کو آتے ہیں۔"

"ضروری نہیں ہے.... کل دن میں آئے تھے!"

"بس ٹھیک ہے۔ میں تمہیں کھانے پینے کے لیے کچھ اور بھی دوں گا۔ تاکہ تم کل کا دن گذار سکو۔"

"میں تیار ہوں۔ بھوکی پیاسی رہ کر بھی ان درندوں کے خلاف جنگ کر سکوں گی۔ دھوئیں کے گھیرے کے اندر کی بہتیری جگہیں میری دیکھی بھالی ہیں۔ اوپر انہوں نے کچھ عمارتیں اور تفریح گاہیں بھی بنا رکھی ہیں جہاں کام سے فارغ ہو کر عیش کرتے ہیں۔ دو تین عمارتیں خالی بھی پڑی ہیں۔"

"اور وہاں ہو کیا رہا ہے؟"

"کوئی انتہائی تباہ کن حربہ تیار کیا جا رہا ہے۔ ایٹم بم سے بھی زیادہ خطرناک اور وہ زیادہ تر ہیروشیما کی بات کرتے رہتے ہیں۔ جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو سلام کرنے کی بجائے ایک

کہتا ہے "واشنگٹن کی تباہی" اور دوسرا کہتا ہے "قریب ہے"۔

"اوہ....!"

"انہوں نے بہترین قسم کے دماغ دنیا کے مختلف حصوں سے اغوا کئے ہیں اور ان سے جانوروں کی طرح کام لیتے ہیں۔ میں نے کئی بڑے سائنسدانوں کو ان کے ہاتھوں پٹتے بھی دیکھا ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ گفتگو انگلش میں ہو رہی تھی اس لیے جوزف بھی سب کچھ سن اور سمجھ رہا تھا۔ لیکن اس نے اپنی زبان بند ہی رکھی تھی۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی پھر اسی پنجرے میں پہنچادی گئی۔ اور یہ دونوں درے کے قریب ہی کوئی معقول سی کمین گاہ تلاش کرنے لگے۔ جزیرے کا یہ حصہ دروں اور غاروں سے اٹا پڑا تھا۔ جلد ہی انہیں اپنے مقصد میں کامیابی حاصل ہو گئی۔

دوسرا دن تھکا دینے والا تھا۔ اور یہ تھکن سو فیصد ذہنی تھی جس نے جسمانی اضمحلال میں بھی مبتلا کر دیا تھا۔ انتظار اسی طرح تھکا دیتا ہے۔ وہ ہیلی کوپٹر کی واپسی کے منتظر تھے۔

پورا دن گزر گیا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا کہ اچانک انہوں نے ہیلی کوپٹر کی آواز سنی۔ عمران نے تھیلے سے ڈارٹ گن نکالی۔

"ہو سکتا ہے ان کے لباس اسے کامیاب نہ ہونے دیں۔" جوزف بڑبڑایا۔

"دیکھیں گے....!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

ہیلی کوپٹر ادھر سے گذرتا ہوا مغرب کی طرف چلا گیا تھا۔ عمران نے طویل سانس لی اور منہ چلانے لگا۔

"اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے باس کہ فراگ نے ہمارے بارے میں سب کچھ اگل دیا ہو۔ اور یہ لڑکی ہمیں پھانسنے کے لیے چارے کے طور پر استعمال کی جارہی ہو....!" جوزف بولا۔

"سب کچھ ممکن ہے! لیکن ہمیں کسی نہ کسی طرح کام تو شروع ہی کرنا پڑے گا۔ جب بازی واضح نہ ہو تو کبھی کبھی اندھی چال چلنی پڑتی ہے۔"

"مجھے غلط نہ سمجھو باس۔ میں خائف نہیں ہوں۔"

"ہمیں مزید انتظار کرنا پڑے گا۔

"اتنا بتادو باس۔ اس لڑکی نے شراب تو نہیں مانگی تھی۔"

"نہیں....! تمہاری شراب محفوظ رہے گی۔ وہ نہیں پیتی۔"

"خدا اس کی عمر میں برکت دے۔"

"تیرے جوہر بھی اس ویرانے میں آکر کھل رہے ہیں۔"

جوزف صرف دانت نکال کر رہ گیا۔

آخر انتظار کی گھڑیاں ٹھیک اسی وقت ختم ہوئی تھیں جس وقت پچھلی رات کو انہوں نے ہیلی کوپٹر کی آواز سنی تھی۔ پہلے تو وہ یہی سمجھے تھے کہ شائد مغرب کی جانب والے ہیلی کوپٹر کی واپسی ہوئی ہے لیکن جب انہوں نے اسے نشیب میں اترتے دیکھا تو پوری طرح تیار ہو گئے۔

"مناسب طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے انہیں دراڑ میں جانے دیا جائے۔" عمران جوزف کے کان میں بولا۔ "اور ہم ہیلی کوپٹر کے قریب جا چھپیں اور جیسے ہی ان کی واپسی ہو ایک ایک کو سنبھال لیا جائے۔"

"ٹھیک ہے باس....!"

ہیلی کوپٹر سے آج بھی دو ہی اترے تھے۔ لیکن ان کی تعداد اس سے زیادہ بھی ہو سکتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی ہیلی کوپٹر ہی میں بیٹھا رہا ہو۔

جیسے ہی وہ دونوں درے میں داخل ہوئے عمران پتھروں کی اوٹ لیتا ہوا ہیلی کوپٹر کی طرف بڑھنے لگا۔ جوزف اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ ہیلی کوپٹر بالکل خالی ہے دونوں نے اپنی اپنی پوزیشن سنبھال لی۔ پندرہ یا بیس منٹ بعد ان دونوں کی واپسی ہوئی تھی اور جیسے ہی وہ ہیلی کوپٹر کے قریب پہنچے ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔

بعد میں عمران نے خیال ظاہر کیا تھا کہ وہ بے خبری کی بنا پر مارے گئے ورنہ دونوں بڑے جاندار تھے مشکل ہی سے قابو میں آتے۔

ارادہ مار ڈالنے کا نہیں تھا لیکن اس لباس کی وجہ سے جوزف اور عمران اس حد تک ان کی گردنیں نہیں دبا سکے تھے کہ وہ صرف بیہوش ہو جاتے۔ جب تک وہ بچ نکلنے کے لیے جدوجہد کرتے رہے تھے گردنوں پر دباؤ بھی بڑھتا رہا تھا۔ پھر انہوں نے ان کی لاشیں کاندھوں پر اٹھائی

تھیں اور درے کی طرف چل پڑے تھے۔ درے ہی میں ان کے مخصوص لباس ان دونوں کے جسموں پر منتقل ہوئے۔

”کک.... کیا.... تیسرا جوڑا بھی موجود ہے؟“ لڑکی نے پوچھا۔ وہ بہت زیادہ پریشان معلوم ہوتی تھی۔

”ہیلی کوپٹر میں تلاش کریں گے۔“ عمران نے جواب دیا۔

”کیا تم نے انہیں مار ڈالا؟“

”غالباً مر ہی گئے۔“

”مجھے دکھاؤ....!“

”تم ابھی تک ہماری طرف سے مطمئن نہیں ہو سکیں۔ جوزف لاشوں پر روشنی ڈالو۔!“

جوزف نے ٹارچ روشن کی اور لڑکی جھک کر انہیں دیکھنے لگی۔

”مم.... مار کیوں ڈالا۔“ وہ بالآخر ہانپتی ہوئی بولی تھی۔

”ارادہ نہیں تھا.... اتفاقاً مر گئے....!“

”تو اب ان کا کیا کرو گے؟“

”یہیں چھوڑ جائیں گے۔!“

ہیلی کوپٹر تک پہنچتے پہنچتے لڑکی کو سہارا دینا پڑا۔ وہ پھر لڑکھڑانے لگی تھی۔

”اب کیا مصیبت آ گئی۔ آج تو تم بھوکی بھی نہیں ہو۔“ عمران نے کہا۔

”کک.... کچھ نہیں.... وہ دونوں میری وجہ سے مارے گئے۔“

”ہم یہاں امن کانفرنس میں شرکت کرنے نہیں آئے۔“

لڑکی کچھ نہ بولی۔ ان لباسوں کے سرپوش ہٹائے بھی جا سکتے تھے۔ لہٰذا ان کے چہرے کھلے ہوئے تھے اور وہ بہ آسانی ایک دوسرے تک اپنی آوازیں پہنچا سکتے تھے۔ عمران کے اندازے کے مطابق تیسرا لباس ہیلی کوپٹر میں موجود تھا۔ لڑکی نے اسے پہن لیا۔

جوزف کمین گاہ سے سامان کے تھیلے اٹھا لایا۔ اور عمران نے لڑکی سے کہا۔ ”اب ہماری کامیابی کا انحصار تم پر ہے۔“

پھر وہ ہیلی کاپٹر پر بیٹھتے بیٹھتے رک کر کچھ سوچنے لگا۔ یہ مناسب تو نہیں ہے کہ ان دونوں

لاشوں کو ہم یہیں چھوڑ جائیں۔“ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

”تو پھر کیا کریں باس۔“ جوزف بولا۔

”میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ ان کے غائب ہونے کے بعد ان کی تلاش یہیں سے شروع ہو گی۔ کیوں نہ ان لاشوں کو سمندر میں پھینک دیا جائے۔“

”موکارو کا ساحل چھوڑنا بھی مناسب نہ ہو گا۔“

”میں نہیں سمجھی۔!“

”مطلب یہ کہ میں ہیلی کوپٹر کو سمندر کی طرف نہیں لے جانا چاہتا۔“

”وہ تو تمہیں پانی پر سے گذرانا ہی پڑے گا۔ آگے قریباً دو فرلانگ لمبا ایک کٹاؤ ہے اسی پر سے گذر کر ہیلی کوپٹر دھوئیں کے گھیرے کی طرف جائے گا۔“

”تب تو ٹھیک ہے۔!“ عمران نے جوزف کو مخاطب کر کے کہا۔ ”ہم ان لاشوں کو اٹھائے لاتے ہیں۔“

”تم یہیں ٹھہرو باس میں دونوں کو ایک ایک کر کے اٹھا لاؤں گا۔“

جب وہ چلا گیا تو لڑکی خوفزدہ سی ہنسی کے ساتھ بولی۔ ”یہ مادری بہت چالاک معلوم ہوتا ہے۔ اس نے سوچا کہ کہیں دونوں کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر میں تنہا ہی فرار نہ ہو جاؤں۔“

”کیا اسے نہ سوچنا چاہئے....؟“ عمران نے سوال کیا۔

”ضرور سوچنا چاہئے....!“

◆

اَم بنی بہت پریشان تھی۔ پریشانی کا باعث فراگ تھا۔ اس لیے نہیں کہ موکارو والے اسے پکڑ لے گئے تھے۔ اسے خوف تھا کہ کہیں وہ عمران کی نشاندہی نہ کر دے۔

”میرا خیال ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا۔“ ظفر نے کہا۔

”تم اسے نہیں جانتے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب کیا کر گذرے گا۔“

ظفر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کیپٹن کی طرف سے اس کی کال ہوئی اور وہ اَم بنی کے کیبن سے نکل کر کیپٹن کی طرف چل پڑا۔

کیپٹن تنہا نہیں تھا۔ کیبن میں لوئیسا بھی موجود تھی۔ اس نے ظفر کو دیکھتے ہی کہا۔ ”ہم اب بھی موکارو سے تیس میل کے فاصلے پر ہیں۔ پچھلی رات عمران کی کال آئی تھی۔ اس نے دھوئیں کے حصار میں داخل ہونے کی کوئی راہ نکال لی ہے اس کے بعد سے پھر کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جو لوگ فراگ کو پکڑ کر لے گئے تھے وہ اس کے علاوہ اور کسی نہیں پہچانتے تھے میں نے خود دیکھا تھا انہوں نے اخبار میں چھپی ہوئی تصویر دیکھ دیکھ کر فراگ کی شناخت کی تھی۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ اب تم دونوں کی بھی باری آ جائے۔ فراگ کے ساتھیوں سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔ لیکن تم دونوں کا تحفظ کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔“

”میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“

”میک اپ.... ایسا میک اپ کہ فراگ کے ساتھی بھی تمہاری شناخت نہ کر سکیں۔“

”یعنی ہم فراگ کے ساتھیوں کے ہمراہ موکارو نہ پہنچ سکیں۔“

”ہاں۔ میں یہی کہہ رہی تھی۔“

”اس سلسلے میں عمران صاحب کی ہدایت ضروری ہے۔ ان سے رابطہ قائم کرو۔“

”قائم نہیں ہو پایا۔ بہت کوشش کی گئی ہے۔“

”سوال تو یہ ہے کہ صرف ہم دونوں ہی محفوظ رہ کر کیا کریں گے جب کہ عمران اور جوزف اپنی زندگیاں خطرے میں ڈال چکے ہیں اور پھر ہمارے اس سفر کا مقصد یہی تھا کہ ہم موکارو کی سرزمین پر قدم رکھ سکیں۔“

”کہنا کیا چاہتے ہو....؟“

”ہم قیدی بن کر بھی موکارو جانا پسند کریں گے۔“

”اگر موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے تو....؟“

”ہم نے یہ سفر اس لیے نہیں کیا تھا کہ زندہ رہنے کے گر سیکھ سکیں۔“

”تم عجیب لوگ ہو....!“

”جہاں ہمارا چیف وہاں ہم.... خواہ وہ جہنم ہی کیوں نہ ہو۔“

”تمہاری مرضی....!“ لوئیسا خشک لہجے میں بولی۔

پھر ایک گھنٹہ بھی نہیں گذرا تھا کہ لوئیسا کے خدشات حقیقت بن گئے۔ تین جنگی کشتیوں نے ایک بار پھر اسٹیمر کو گھیر لیا۔

ایک کشتی پر خود فراگ دکھائی دیا جو مائیکروفون پر کہہ رہا تھا۔ ”میرے ساتھیوں کو سامان سمیت ان کشتیوں پر منتقل کر دیا جائے۔ حکومت فرانس پر میری یا میرے ساتھیوں کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ میرے ساتھیوں میں پرنس ہربنڈا کے باڈی گارڈز بھی شامل ہیں۔“

”کیا خیال ہے؟“ ظفر نے اَم بنی سے سوال کیا۔

”جہاں وہ ہے وہی میری جنت ہے خواہ میرے جسم کا ریشہ ریشہ الگ کر دیا جائے۔!“

”میں پھر کہتا ہوں کہ اس کے سلسلے میں اتنی جذباتی نہ بنو۔“

”یہ میرا معاملہ ہے۔ میں تو اس سے اس کی بھی خواہاں نہیں ہوں کہ وہ مجھے چاہے۔ میری تسکین اسی میں ہے کہ میں اسے چاہتی ہوں۔“

”تم غیر ترقی یافتہ لوگ ابھی زندہ ہو۔“ ظفر ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

لوئیسا نے بہت کوشش کی تھی ظفر اور جیمسن ان کشتیوں پر نہ جائیں لیکن یہ دونوں نہیں مانے تھے۔

”ان لوگوں نے تمہیں روکنے کی کوشش تو نہیں کی؟“ فراگ نے ظفر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

”بھلا وہ کیوں روکنا چاہتے۔ وہ کیا جانیں کہ ہم کون ہیں۔ ہم نے اس سلسلے میں ان سے کوئی گفتگو نہیں کی۔“ ظفر نے جواب دیا۔

”یہ تم نے بہت اچھا کیا۔“ فراگ اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

”مجھے حیرت ہے کہ آپ خود ہی ہمیں لینے آئے ہیں۔“

”اوہ۔ ساکاوا کو مجھ پر مہربان ہونا ہی پڑا ہے۔ شائد تم نے عمران سے آگاہ کر دیا تھا۔“

”ظاہر ہے۔!“

”لیکن انہوں نے تو تمہارے جیبی ٹرانسمیٹر پر بھی قبضہ کر لیا تھا۔“

”وہ پھر میرے قبضے میں آ گیا تھا۔ اس کے لیے مجھے چوری کرنی پڑی تھی۔“

”ہوں.... تو عمران کو جب یہ معلوم ہوا کہ میں ساکاوا کی قید میں ہوں تو اس نے پرنس ہربنڈا کی حیثیت سے ساکاوا کو کال کرنا شروع کیا۔ اس طرح میری جان بچ سکی۔ ساکاوا سمجھتا ہے

کہ مجھے ہربنڈا کی کمین گاہ کا علم ہے۔ اس لیے مجھے اس وقت تک مار ڈالنے کی ہمت نہیں کر سکے گا جب تک کہ ہربنڈا کا پتہ نہ معلوم کر لے۔ اگر تم سے پوچھے تو تم بھی یہی کہنا کہ آنزیبل ڈیڈلی فراگ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ پرنس کہاں ہے۔"

"بہت بہتر جناب! لیکن کیا آپ سچ مچ قیدی ہیں۔"

"یقیناً.... لیکن مجھ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس نے بادشاہ سے بھی مجھے معافی دلوادی ہے اور میں نے سارا الزام ڈھمپ لوپو کا پر رکھ دیا ہے۔"

"یہ کون ہے جناب؟"

"اپنے کام سے کام رکھو۔" فراگ اچانک گرم ہو گیا۔

"بہت بہتر جناب...."

"میں وہاں آزادانہ چل سکتا ہوں اور تم لوگ بھی قیدی نہ ہو گے۔ لیکن یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کم از کم دس آدمی ہر وقت میری نگرانی کرتے رہتے ہیں لہٰذا بہت زیادہ محتاط رہنا۔"

"آپ کی مرضی کے بغیر ہم سانس بھی نہ لیں گے۔ یور آنر....!"

"شاباش۔! ٹھیک ہے۔" فراگ پھر اس کا شانہ تھپک کر بولا۔ "اور میں تمہیں ایک خاص بات بتاؤں۔ ساکاوا کہہ رہا تھا کہ بیلو پیکو کے قبرستان والے زلزلے کا سفر موکارو ہی سے شروع ہوا تھا۔"

"میں اس کا مطلب نہیں سمجھا جناب....!"

"اس نے میرے استفسار پر بھی اس جملے کی وضاحت نہیں کی تھی لیکن انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ اس زلزلے کی نوعیت قدرتی نہیں تھی....!"

"اوہ....!" ظفر متحیرانہ انداز میں ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"اُم بنی کیسی ہے؟"

"ٹھیک ہے لیکن للی ہار وے بیمار ہو گئی ہے۔"

"اور تمہارا ڈاڑھی والا....؟"

"وہ بھی ٹھیک ہے۔"

"اب ہماری کوشش یہ ہو گی کہ کس طرح عمران سے جا ملیں۔" فراگ متفکرانہ لہجے میں

بولا۔

موکارو پہنچ کر وہ دونوں ساکاوا کے سامنے پیش ہوئے اور انہوں نے اسے وہی بتایا جو اپنے بارے میں بتا چکے تھے۔

"پرنس کہاں ہیں؟" ساکاوا نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا۔

"آنزیبل فراگ کے علاوہ شائد ہی کسی کو معلوم ہو۔" ظفر کا جواب تھا۔

اس نے صاف محسوس کیا جیسے ساکاوا دانت پیس کر رہ گیا ہو۔

"کیا وہ اس وقت کشتی پر موجود تھے جب کشتی کو حادثہ پیش آیا....؟"

"نہیں یور آنر۔ آنزیبل فراگ نے.... پہلے ہی انہیں دوسری کشتی پر منتقل کر دیا تھا۔ ہم نے ساتھ جانا چاہا لیکن آنزیبل فراگ ہمیں مار ڈالنے پر تل گئے.... زندگی تو سبھی کو پیاری ہوتی ہے....!"

فراگ اور اس کے ساتھی ایک بڑی عمارت میں ٹھہرائے گئے تھے۔ پوچھ گچھ کے بعد ظفر اور جیمسن بھی وہیں پہنچا دیئے گئے۔

ان کے جیبی ٹرانسمیٹر اس وقت ان کے حوالے کر دیئے گئے تھے جب وہ اسٹیمر سے موکارو کی کشتیوں میں منتقل کئے جا رہے تھے اور لوئیسا نے سختی سے ہدایت کی تھی کہ عمران سے رابطہ قائم کرنے میں اردو کے علاوہ اور کوئی زبان استعمال نہ کی جائے۔

فراگ کے کہنے پر ظفر نے عمران سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن جواب نہ ملا۔

"آخری بار اس سے کب بات ہوئی تھی؟" فراگ نے سوال کیا۔

"کل شب کو....!"

"کیا بات ہوئی تھی؟"

ظفر نے سوچا اسے تفصیل بتانا چنداں ضروری نہیں.... ویسے بھی وہ اس کی طرف سے مطمئن نہیں۔ اس نے یہی کہا کہ ابھی تک وہ دھوئیں کا حصار نہیں دیکھ سکا۔

"یہ مہم صرف دو آدمیوں کے بس کا روگ نہیں۔"

بات آگے نہ بڑھ سکی کیونکہ ساکاوا کا قاصد فراگ کے لیے پیغام لایا تھا۔

ضروری نہیں تھا کہ فراگ ظفر کو بھی یہ بتاتا کہ ساکاوا نے اسے فوری طور پر طلب کیا ہے۔

وہ پیغام لانے والے کے ساتھ ہی روانہ ہو گیا۔ ساکاوا اس وقت اپنی قیام گاہ پر اس کا منتظر تھا۔

"آرٹسٹوں کی ایک جماعت تمہاری منتظر ہے۔" اس نے فراگ کو اطلاع دی اور فراگ بھونچکا رہ گیا۔ آرٹسٹو کی جماعت اور اس کی منتظر؟

"تم نہیں سمجھے....؟" ساکاوا مسکرایا۔

فراگ نے سر کو جنبش دی۔

"تم ڈھمپ لوپوکا کا حلیہ بیان کرو گے اور وہ اس کی تصویر بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"بے حد مشکل کام ہے۔"

"دس آرٹسٹوں میں سے کوئی ایک یقیناً کامیاب ہو جائے گا۔ اس سے پہلے بھی میں اس قسم کے کامیاب تجربے کر چکا ہوں۔"

"تمہاری مرضی۔"

"ایک ہیلی کوپٹر تمہیں وہاں لے جائے گا۔ بڑی پر فضا جگہ ہے اگر تم وہاں رہنا پسند کرو تو تمہارے ساتھی بھی وہیں پہنچا دیئے جائیں گے اور ہاں تمہارے ساتھ شائد دو لڑکیاں بھی ہیں....!"

"ہیں تو.... پھر؟" فراگ کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

"میں نے یونہی پوچھا تھا۔!" ساکاوا مسکرا کر بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم عورتوں کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔"

"یہ درست ہے۔ اگر تم مجھے قید کر دیتے تو تم سے میری یہی ایک درخواست ہوتی کہ مجھے عورتوں کی جیل میں رکھو۔"

"اور اگر گولی مار دینے کا حکم دیتا تو....؟"

"تب یہ درخواست ہوتی کہ رائفل کسی خوبصورت سی عورت کے ہاتھ میں دو۔"

"خیر.... تو تم تیار ہو....؟

"ہاں.... میں تیار ہوں۔ لوپوکا کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا میری زندگی کا اہم ترین مشن بن کر رہ گیا ہے....!"

فراگ وہاں سے ہیلی پیڈ پر لے جایا گیا تھا۔ اس کے ساتھ دو فوجی افسر تھے۔ لیکن ان کی سبز ٹوپیاں دیکھ کر فراگ ٹھنکا تھا۔

"دیکھا جائے گا۔" اس نے سوچا اور ہیلی کوپٹر پر بیٹھ گیا۔

* * *

لاشوں کو ٹھکانے لگا دینے کے بعد عمران لڑکی کی ہدایت پر ہیلی کوپٹر کو پائیلٹ کرتا رہا تھا۔

پھر ایک جگہ اس نے ہیلی کوپٹر کو لینڈ کرنے کے لیے کہا تھا۔ یہاں باقادہ طور پر ہیلی پیڈ بنایا گیا تھا اور کچھ فاصلے پر ایک دو منزلہ عمارت بھی دکھائی دی تھی۔

انہوں نے اپنے چہرے ڈھک لیے کیونکہ ہیلی پیڈ پر ایک آدمی کھڑا انہیں اشارہ سے لینڈ کرنے کے متعلق ہدایات دے رہا تھا۔

ہیلی کوپٹر سے وہ سامان کے تھیلوں سمیت اترے تھے اور لڑکی کی بتائی ہوئی سمت چل پڑے تھے۔ اجالے کی حدود سے نکل جانے کے بعد انہوں نے اپنے سرپوش ہٹائے اور لڑکی چلتے چلتے رک گئی۔

"اب مجھے ایک خاص بات یاد آ رہی ہے۔" اس نے کہا تھا۔

"جلدی سے کہہ ڈالو۔"

"جب میں نے یہ لباس دھوئیں سے گذرنے کے لیے پہنا تھا تو اس میں عجیب طرح کی تھرتھراہٹ تھی جو دھوئیں سے گذرتے وقت بہت تیز ہو گئی تھی۔"

"یہ بہت اہم بات تھی لڑکی۔ تمہیں آخر پہلے کیوں نہیں یاد آئی تھی میرا لباس بالکل ساکن ہے۔ اس میں ذرا سی بھی تھرتھراہٹ نہیں ہے۔"

"یہی حال ادھر بھی ہے باس۔" جوزف بولا تھا۔

"اب میں دھوئیں سے گذرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔" عمران نے کہا تھا۔

"تو پھر کہاں جائیں گے۔" جوزف نے پر تشویش لہجے میں پوچھا تھا۔

"اب تم جہنم میں جاؤ گے۔!" آواز آئی اور تینوں اچھل پڑے کیونکہ یہ آواز بیک وقت تینوں کے سرپوشوں سے آئی تھی۔

"یہ.... یہ.... آواز تم نے سنی؟" لڑکی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

لیکن عمران کچھ نہ بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس معاملے میں سچ مچ حماقت ہی سرزد ہوئی ہے

اسے محتاط رہنا چاہئے تھا۔ فراگ سے وہ اس بٹن کی کہانی سن چکا تھا جس کی بدولت فراگ کی آواز کہیں اور بھی سنی گئی تھی اور اسے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا۔

بس پھر اس نے بڑی پھرتی سے وہ لباس اتار پھینکا تھا۔ خود اس کے کپڑے اس لباس کے نیچے پہلے سے موجود تھے۔ جوزف سے اس نے اردو میں کہا تھا کہ وہ بھی جلد از جلد اس لباس سے پیچھا چھڑا لے۔ لڑکی کا لباس خود اس نے اتار پھینکا تھا۔

اور پھر انہوں نے اندھیرے ہی میں ایک جانب دوڑنا شروع کر دیا تھا۔

یہاں زمین ہموار تھی اور راستہ بھی صاف تھا ورنہ بڑی دشواری پیش آتی۔

دفعتاً ہیلی پیڈ کے قریب والی عمارت کی سرچ لائٹ روشن ہوئی تھی اور اس نے چکر کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی روشنی زمین پر بھی پڑ رہی تھی۔ ایک بار تو وہ بھی روشنی کی زد میں آ گئے تھے اور فائروں کی آواز سنی گئی تھی لیکن شائد فائر کرنے والوں نے اندھا دھند فائر کئے تھے اس لیے وہ محفوظ ہی رہے تھے۔

لڑکی کی گھگھی بندھ گئی تھی اور وہ کئی بار گری بھی تھی۔

عمران روشنی کی زد سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ویسے اس روشنی کی وجہ سے ایک فائدہ بھی ہوا تھا۔ وہ گرد و پیش کا جائزہ بہ آسانی لے سکتے تھے۔

وہ جنگل بھی عمران نے دیکھ لیا تھا جس کا فاصلہ اس جگہ سے کچھ زیادہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"مناسب یہی ہوگا کہ ہم جنگل میں گھس چلیں۔" جوزف بولا۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" عمران نے کہا۔

پھر انہوں نے جنگل کی طرف دوڑ لگائی تھی۔ وہ بھی اس طرح کہ جوزف نے لڑکی کو کاندھے پر ڈالا تھا اور عمران نے سامان کے تھیلے سنبھالے تھے۔

فائروں کی آوازیں وہ اب بھی سن رہے تھے۔ لیکن روشنی کی زد سے نکل چکے تھے۔ ان کی رفتار سست ہو گئی تھی۔ اور جوزف نے لڑکی کو کاندھے سے اتار دیا تھا۔

"اب کیا ہوگا....؟" لڑکی خوفزدہ لہجے میں بولی تھی۔

"جو کچھ بھی مقدر میں ہوگا۔" عمران کا جواب تھا۔

"باس۔ لڑکی فراڈ مالوم ہوتا۔" جوزف نے اردو میں کہا تھا۔

"پرواہ مت کرو۔ لڑکی ہی تو ہے۔"

"اس نحوست سے ویرانے میں بھی پیچھا نہ چھوٹا۔" جوزف نے ٹھنڈی سانس لے کر انگلش میں کہا تھا۔

جنگل میں داخل ہو کر وہ چھپنے کے لیے کوئی مناسب سی جگہ تلاش کرنے لگے تھے۔ یہاں عمران نے پنسل ٹارچ روشن کر لی تھی۔ وہ دور تک جنگل میں گھستے چلے گئے تھے اور اب لڑکی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی تھی کہ دھوئیں کا حصار کس سمت ہوگا۔

آخر ایک جگہ انہیں ایک چھوٹا سا غار مل گیا تھا جس کے اندر کائی کی بساندھ موجود تھی۔ لڑکی نے بہت برا سا منہ بنایا تھا لیکن رات بہر حال وہیں گزارنی پڑی تھی۔

غار کا دہانہ گھنی جھاڑیوں میں چھپ گیا تھا۔ اس لیے عمران کو اطمینان تھا کہ وہ آسانی سے ان لوگوں کے ہاتھ نہ آ سکیں گے۔

"شائد میرے مقدر میں بربادی لکھ دی گئی ہے۔" لڑکی نے کہا تھا۔

"چپ چاپ سو جانے کی کوشش کرو۔"

"نہیں۔ مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

رات خواب اور بیداری کے ملے جلے انداز میں گذری تھی۔ کبھی وہ اونگھ جاتے اور کبھی اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگتے۔

دوسری صبح انہوں نے وزنی قدموں کی آوازیں سنی تھیں۔ شائد فوجی انہیں تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ پھر وہ آوازیں بتدریج دور ہوتے ہو سناٹے میں مدغم ہو گئی تھیں۔

"اب کیا ہوگا....؟" لڑکی بولی۔

"مر جائیں گے یا زندہ رہیں گے۔!" جوزف نے بھنا کر جواب دیا۔

"عورتوں سے نرم لہجے میں گفتگو کیا کرتے ہیں۔" عمران نے اسے ٹوکا۔

جوزف برا سا منہ بنا کر رہ گیا تھا۔

"تم لوگ نہیں سمجھ سکتے۔" لڑکی بولی۔

"تو سمجھاؤ نا....!"

"ان کے پاس شکاری کتے بھی ہیں ہو سکتا ہے کوئی ایسی پارٹی بھی ادھر سے گذرے۔"

"تم بھی اپنی نوعیت کی ایک ہی معلوم ہوتی ہو.... ارے بارہ گھنٹے بعد یہ بات بتائی ہے۔"

"میرے حواس درست نہیں ہیں۔"

"لہٰذا حواس کی درستگی کے لیے تم شکاری کتوں کی منتظر تھیں۔"

"میرا سر چکرا رہا ہے۔"

"باس یہ پاگل مالوم ہوتا۔" جوزف نے اردو میں کہا۔

"کاٹ نہیں کھائے گی چپ بیٹھا رہ....!"

"اس صنف کا ڈسا ہوا سسک سسک کر مرتا ہے۔" اس بار اس نے اظہار خیال کی دشواری کی بنا پر انگلش میں کہا تھا۔

"مجھے ڈر ہے کہ کہیں تجھے شیکسپیئر نہ ہو جائے۔ عورتوں ک بارے میں ہمیشہ اچھی باتیں سوچا کر۔"

"کیوں....؟ کیا یہ مجھے کچھ کہہ رہا ہے۔" لڑکی بول پڑی۔

عمران اسے کوئی جواب دینے کی بجائے جوزف سے بولا۔ "تم یہیں ٹھہرو گے میں آس پاس کوئی مناسب سا درخت تلاش کرتا ہوں۔"

"کس لیے....؟"

"کتوں سے نپٹنے کے لیے۔ ورنہ اگر وہ اس غار کی طرف جھپٹ پڑے تو بھاگتے راستہ نہیں ملے گا۔" عمران نے کہا اور تھیلے سے ڈارٹ گن نکالی۔

"اوہ.... لیکن.... انہیں پتا چل جائے گا۔" جوزف بولا۔

"ہرگز نہیں! میرے پاس سوئیاں بھی ہیں کہ کتوں کا پوسٹ مارٹم کئے بغیر ان کا سراغ نہیں ملے گا۔"

"تب ٹھیک ہے۔" جوزف سر ہلا کر بولا۔

عمران غار سے نکل کر جھاڑیوں کی اوٹ لیتا ہوا ایک طرف چلنے لگا۔ ہر چند کہ وہ گھنے سائے میں چل رہا تھا لیکن جنگل سے اٹھنے والے انجرات کی بناء پر اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے دھوپ ہی میں چل رہا ہو۔

آخر کار وہ ایک ایسا درخت تلاش کرنے میں کامیاب ہو ہی گیا جس پر سے چاروں طرف نظر

رکھ سکتا.... غار سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد سبز ٹوپیوں والے فوجی دکھائی دیئے جو تعداد میں چھ تھے اور غار سے دور ہی دور گذرتے چلے گئے تھے۔

◆

فراگ اس آرٹسٹ کی صلاحیتوں پر متحیر رہ گیا جس نے من و عن لوپوکا کی تصویر کشی کی تھی۔ دس آرٹسٹوں کا یہ گروپ جنگل کی ایک عمارت میں مصروف کار رہا تھا اور فراگ کسی ممتحن کی طرح ٹہل ٹہل کر ان کی کارکردگی کا جائزہ لیتا رہا تھا۔

وہ لوگ بھی یہاں موجود تھے جو اسے اپنے ساتھ لائے تھے۔

"تم بہت اچھے آرٹسٹ ہو۔" فراگ آرٹسٹ کا شانہ تھپک کر بولا۔

"شکریہ جناب!"

ٹھیک اسی وقت ساکاوا بھی وہاں آ پہنچا تھا اور فراگ سوچنے لگا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہی کیوں نہیں چلا آیا تھا۔

ساکاوا نے بھی ڈھمپ لوپوکا کی تصویر دیکھی تھی۔ اور کس قدر متفکر نظر آنے لگا۔

"خوفناک چہرہ....!" فراگ بڑبڑایا۔

"خاک میں ملا دوں گا۔ خواہ کوئی ہو۔" ساکاوا دانت پیس کر بولا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ کوئی چوروں کی طرح موکارو میں گھس آیا ہے۔"

"کون....؟" فراگ چونک کر بولا۔

"یہ نہیں معلوم.... لیکن یہاں سے زندہ بچ کر نہیں جا سکتا۔ میرے دو آدمی بھی مارے گئے ہیں۔"

"ڈھمپ لوپوکا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔" فراگ بولا۔

"دو آدمی ہیں.... اور اسی جنگل میں انہوں نے پناہ لے لی۔"

"تب تو آسانی سے مار لیے جائیں گے...." فراگ اظہار مسرت کرتا ہوا بولا۔

"میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی انہیں تلاش کریں گے۔"

"مجھ پر یہ ذمہ داری مت ڈالو۔"

”موکارو کی دولت حرام کی نہیں ہے کہ مفت کھاتے رہو گے۔“

”میں سمجھ گیا۔“ فراگ نے تیکھے لہجے میں کہا۔

”کیا سمجھ گئے؟“

”تم سمجھتے ہو کہ وہ لوگ کنگ چانگ سے تعلق رکھتے ہیں اور مجھے دیکھ کر سامنے آ جائیں گے۔“

”کنگ چانگ۔!“ ساکاوا حقارت سے تھوک کر بولا۔ ”اس کی کیا مجال ہے کہ میری مرضی کے بغیر موکارو میں قدم بھی رکھ سکے۔“

”تو پھر....؟“

”تو یہ کہ مفت خوری نہیں ہو سکے گی۔ تمہیں کام کرنا پڑے گا۔ اور اسے بھول جاؤ کہ اب زندگی بھر موکارو سے باہر قدم نکال سکو گے۔“

”فی الحال جو چاہو کہہ لو۔ لیکن عنقریب تمہیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔“

”فی الحال....!“ ساکاوا اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

”ہاں.... فی الحال....!“

”فی الحال.... تمہارے سارے ساتھی بھی یہیں پہنچ گئے ہیں۔ اس عمارت کی اوپری منزل پر ہیں اور وہ دونوں لڑکیاں میرے جوانوں کا دل بہلائیں گی۔“

”یہ ناممکن ہے....!“

”یہاں وہی ممکن ہے جو میں چاہوں۔ اس کے علاوہ اور سب کچھ ناممکن سمجھو۔!“

”لڑکیاں نہیں جا سکیں گی۔!“

”وہ تو گئیں بھی۔“

”اس سے بڑی کمینگی اور کوئی نہیں ہو سکتی۔“

”خاموش ذلیل کتے۔ ادب ملحوظ رکھ۔ تو موکارو کے وزیر اعظم سے گفتگو کر رہا ہے۔“

آرٹسٹ جا چکے تھے لیکن وہ دونوں فوجی وہیں موجود تھے۔ فراگ انہیں کنکھیوں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”اس وقت جتنا جی چاہے اکڑ لو۔ کبھی تو میرے ہتھے چڑھو گے۔“

”اسے مارو....!“ ساکاوا نے غضبناک ہو کر فوجیوں کو حکم دیا اور وہ دونوں فراگ پر ٹوٹ پڑے۔

وہ شائد پہلے ہی سے اس کے لیے تیار تھا۔ وہ اس پر مکے برساتے رہے اور اس نے بڑی پھرتی سے دونوں کے ہولسٹروں سے ریوالور کھینچ لیے۔ پھر اچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا غرایا۔

”اگر کسی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی کی تو کھوپڑی اڑ جائے گی۔“

وہ تینوں دم سادھے کھڑے رہ گئے۔ پھر دفعتاً ساکاوا نے ہنسنا شروع کر دیا اور آخر کار بولا۔

”مذاق ہی مذاق میں سنجیدہ ہو گئے۔ جوانو۔! تم دونوں باہر جاؤ۔!“

”ہرگز نہیں! مسٹر ساکاوا۔ میں لونڈا نہیں ہوں۔ اگر ان میں سے کوئی ہلا بھی تو فائر کر دوں گا۔“ فراگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”تت.... تو پھر۔؟“ ساکاوا کے چہرے پر ایک سایہ سا آ کر گذر گیا۔

”لڑکیوں کو واپس بلواؤ.... میں تمہارے خون کا پیاسا نہیں ہوں۔ ہم سب جہاں بھی رہیں گے.... ایک عمارت میں ہم سب کو بند کرا کے اسے ڈائنامائیٹ کرا دینا مجھے ذرہ برابر بھی شکوہ نہ ہو گا۔“

”اچھا.... اچھا.... مذاق کو دشمنی کا رنگ نہ دو۔ ریوالور واپس کر دو۔“

”ہرگز نہیں۔ تمہارا ایک سپاہی جائے گا اور انہیں واپس لائے گا اور اگر اس کے خلاف ہوا تو تم دونوں زندہ نہ رہو گے۔“

جب ساکاوا کو یقین ہو گیا کہ فراگ محض دھمکی نہیں دے رہا۔ تو اس نے اپنے ایک سپاہی کو ہدایات دے کر وہاں سے روانہ کر دیا۔ اتنی دیر میں فراگ ایک بڑی میز گرا کر اس کی اوٹ میں پوزیشن لے چکا تھا۔

”دیکھو۔!“ اس نے رخصت ہونے والے سپاہی کو للکار کر کہا تھا.... ”اسے یاد رکھنا۔ یہ دونوں پہلے مریں گے۔ اس کے بعد مجھ پر آنچ آئے گی۔“

”ساکاوا مسکراتا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سب کچھ محض مذاق رہا ہو.... تردد کی ہلکی سی جھلک بھی اس کی آنکھوں میں نہ دکھائی دی۔

* * *

درخت پر بیٹھے ہوئے تین گھنٹے گذر چکے تھے۔ لیکن ادھر سے کوئی نہ گذرا۔ آخر کار عمران

نے سوچا ہو سکتا ہے کہ وہ رات کو کتے استعمال کریں تاکہ ہمیں فرار کے راستے بھی نہ سجھائی دیں۔ اور ہم ان کی گرفت میں آجائیں۔

گھنی شاخوں والے درخت پر بھی وہ کچھ ایسی تکلیف دہ حالت میں نہیں تھا کہ ڈراپ سین کی جلدی ہوتی۔ غار کی نگرانی بھی کر سکتا تھا اور دور دور کی آوازیں بھی سن سکتا تھا۔ لہٰذا نگرانی کے لیے درخت ہی مناسب ٹھہرا۔

بھاری قدموں کی آہٹ سن کر وہ چونکا تھا۔ چاروں طرف نظر دوڑائی بائیں جانب والی گھنی جھاڑیوں میں جنبش ہو رہی تھی۔ پھر سبز رنگ کی دو ٹوپیاں نظر آئیں۔ لیکن جھاڑیاں چھٹیں تو فوجیوں سے پہلے دو لڑکیاں نظر آئیں۔

”خدا کی پناہ....!“ اس نے طویل سانس لی۔ یہ اُم بنی اور للّی ہاروے تھیں اور دونوں فوجی انہیں رائفل کے کندوں سے دھکیل دھکیل کر آگے بڑھا رہے تھے۔ وہ مڑ مڑ کر انہیں فرانسیسی میں گالیاں دیتی جا رہی تھیں لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے فرانسیسی ان کے لیے ناقابلِ فہم ہو۔

”اب موت کا کھیل شروع ہی ہو جائے تو بہتر ہوگا احمق صاحب۔!“ عمران برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔

ڈارٹ گن سے یکے بعد دیگرے دو بے آواز فائر ہوئے اور دونوں فوجی چند قدم چل کر اس طرح لڑکھڑائے کہ پھر نہ سنبھل سکے۔ گرتے ہی بے حس و حرکت ہو گئے تھے اور لڑکیاں گویا اپنی جگہ پر جم کر رہ گئی تھیں۔

پھر وہ چونکیں اور خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگیں۔ عمران کچھ دیر اور درخت پر ٹھہرا۔ پھر اطمینان کر لینے کے بعد آس پاس اور کوئی موجود نہیں ہے۔ درخت کی نچلی شاخ پر پہنچ کر زمین پر چھلانگ لگا دی لڑکیاں ایک بار پھر اچھل پڑی تھیں۔

اُم بنی نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں اور دونوں ہاتھ پھیلا کر عمران کی طرف دوڑ پڑی۔

”میرے مالک.... میری جان....!“

اور پھر وہ بیجان سی ہو کر اس کے بازوؤں میں جھول گئی تھی۔

”اف.... فوہ.... یہ تو بیہوش ہو گئی۔“ وہ للّی ہاروے کی طرف دیکھ کر ہکلایا۔

”ب.... بیہوش ہو گئی؟“ شاید للّی کو بھی ان الفاظ کے علاوہ اور کچھ نہیں سوجھا تھا۔

عمران نے ڈارٹ گن پیٹی میں اڑسی اور بیہوش اُم بنی کو کاندھے پر ڈال کر للّی کا ہاتھ پکڑا۔ اب وہ غار کی طرف دوڑ لگا رہا تھا۔ للّی خاموشی سے اس کے ساتھ گھسٹتی رہی۔

جوزف نے انہیں دیکھا تو ہونقوں کی طرح آنکھیں پھاڑ دیں۔ لڑکی ایک طرف پڑی خراٹے لے رہی تھی۔

”للّی.... تم یہیں ٹھہر کر اُم بنی کو ہوش میں لانے کی کوشش کرو۔ میں ان دونوں لاشوں کو ٹھکانے لگا دوں۔“ عمران بولا۔

پھر وہ جوزف کو لے کر باہر نکلا۔ وہ اس جگہ پر پہنچے جہاں دونوں فوجی پڑے تھے۔

”یہ تو مر گئے۔!“ جوزف بولا۔

”ان کی وردیاں اتارو....!“ عمران اس کے ریمارک پر توجہ دیئے بغیر بولا۔

جوزف خاموشی سے تعمیل میں لگ گیا تھا۔ وردیاں اپنے قبضے میں کرنے کے بعد وہ ان لاشوں کو غار سے خاصے فاصلے پر جھاڑیوں میں ڈال آئے۔

واپسی پر غار میں جو منظر دکھائی دیا۔ اس سے دونوں ہی کافی محظوظ ہوئے۔ اُم بنی اور للّی ہاروے فرانسیسی میں کائیں کائیں کر رہی تھی اور وہ لڑکی انگریزی جھاڑے چلی جا رہی تھی۔

”بس بس۔!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم دونوں تو خاموش ہی رہو.... یہ صرف انگریزی بول سکتی ہے۔“

”یہ کون ہے....؟“ للّی نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”ایک مصیبت زدہ۔“

”کتنی مصیبت زدہ لڑکیاں اکٹھا کرو گے۔“ اُم بنی مسکرا کر بولی۔

”میں کیوں اکٹھا کروں گا۔ پتا نہیں کہاں سے آ ٹپکتی ہیں۔!“

”مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکو گے۔“

”فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو۔ یہ بتاؤ کہ تم یہاں کیسے نظر آ رہی ہو....؟“

اُم بنی نے کپکپاتی ہوئی آواز میں اپنے ساتھیوں کی کہانی شروع کر دی۔

”فراگ کہاں ہے؟“ عمران نے اختتام پر پوچھا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"اس عمارت تک میری راہ نمائی کر سکو گی۔"

"مجھے ہوش نہیں.... بس اتنا ہی یاد ہے کہ عمارت کی دوسری منزل پر لے جائے گئے تھے اور پھر ہم دونوں کو وہاں سے بھی نکال دیا گیا تھا۔ پتا نہیں یہ دونوں ہمیں کہاں لے جا رہے تھے۔"

"مجھے راستہ یاد ہے۔" للی نے کہا۔ "تمہیں وہاں لے جا سکوں گی۔"

"تم اپنی سناؤ.... میری جان کے مالک۔" اُم بنی عمران کے شانے پر سر رکھ کر بولی۔

"مم.... میں...." عمران نے بوکھلا کر کینیڈین لڑکی کی طرف دیکھا تھا۔

"میں نے بہت دکھ اٹھائے ہیں.... اب میری محبت کا مذاق نہ اڑاؤ۔"

محبت کی خالہ....! ان کے پاس شکاری کتے بھی ہیں۔ اگر ان سے سابقہ پڑ گیا تو شامت ہی آ جائے گی۔"

"تمہارے شانے پر سر رکھ کر میں سکون سے مر سکتی ہوں۔"

"او.... اُم بنی سیدھی بیٹھو.... ورنہ اب میں بیہوش ہو جاؤں گا۔"

"میں اب تمہاری گیدڑ بھبکیوں میں نہیں آ سکتی۔ اب تم میرے ہو۔"

دوسری طرف جوزف اور کینیڈین لڑکی کے درمیان کھسر پھسر ہو رہی تھی اور جوزف کے دانت نکلے پڑ رہے تھے۔

"للّی ہاروے۔ تم مجھے سبز ٹوپی والے فوجیوں کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ کیا ان میں صرف جاپانی ہیں۔؟"

"نہیں تو۔ موکارو کے باشندے بھی ہیں اور دو چار تو تمہارے پرنس سے مشابہت رکھنے والے نظر آئے تھے۔"

"تمہارا مطلب ہے پرنس ہی کی نسل سے تعلق رکھنے والے۔"

"ہاں.... ہاں۔!"

عمران نے طویل سانس لی اور مردہ فوجیوں کی وردیوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ ان کے جوتے بھی اتار لایا تھا۔

* * *

آدھا گھنٹہ گذر گیا۔ لیکن اس فوجی کی واپسی نہ ہوئی۔ جو لڑکیوں کو واپس لانے کے لیے گیا تھا۔

ساکاوا بار بار دروازے کی طرف دیکھنے لگتا۔ اتنی دیر میں فراگ نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ اس عمارت میں اور کوئی فوجی موجود نہیں ہے۔ لہٰذا وہ سوچ رہا تھا کہ اب کچھ کر ہی گذرنا چاہئے۔

"ساکاوا تم شائد مذاق سمجھ رہے ہو۔" دفعتاً وہ گونجیلی آواز میں بولا۔

"میں تو مذاق ہی سمجھتا رہا ہوں گا کیونکہ تمہیں اتنا احمق بھی نہیں سمجھتا۔"

"کیا مطلب....؟"

"تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ کوئی ہنگامہ کھڑا نہ کرو۔"

"لڑکیوں والے معاملے سے پہلے میں شرافت ہی سے پیش آتا رہا ہوں۔"

"لڑکیاں واپس آ جائیں گی۔" ساکاوا جھنجھلا کر بولا۔

"ابھی تک تو نہیں آئیں۔"

ٹھیک اسی وقت وہی فوجی دروازے میں دکھائی دیا جو لڑکیوں کی بازیافت کے لیے گیا تھا۔

"انہوں نے آنے سے انکار کر دیا ہے یور آنر۔" فوجی نے اطلاع دی۔ یہ موکارو ہی کا باشندہ تھا اور فرانسیسی میں مخاطب ہوا تھا۔

"بکواس ہے۔ بالکل جھوٹ۔!" فراگ دہاڑا۔

"اب خاموش رہو۔" ساکاوا کو بھی غصہ آ گیا۔

"میں یقین نہیں کر سکتا۔"

"تو جہنم میں جاؤ۔!"

"سچی بات جوان.... تم میری زد پر ہو۔" فراگ نے فوجی کو مخاطب کیا۔

"وہ.... دراصل وہ دونوں بیرک میں ہی نہیں۔"

"کیا بک رہا ہے۔!" ساکاوا گرجا۔

"سچ کہہ رہا ہوں یور آنر۔ اور وہ دونوں جوان بھی غائب ہیں۔"

"یہ ناممکن ہے.... تو چپ رہ۔!"

اچانک فوجی کو کچھ کر گذرنے کا موقع مل گیا۔ کیونکہ فراگ ساکاوا کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں فراگ کی پشت والی دیوار سے دھماکہ پیدا کرنے والی کوئی چیز ٹکرائی اور کمرہ دھوئیں سے بھرنے لگا۔ اس دھماکہ کے بعد ہی ساکاوا اور دوسرے فوجی نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی تھی فراگ کے دونوں فائر خالی گئے۔ ساکاوا اور دونوں فوجی جھپٹتے ہوئے عمارت کی اوپری منزل پر پہنچے تھے اور زینوں کا دروازہ انہوں نے بند کر دیا تھا۔

یہاں فراگ کے نروس ساتھیوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے بھی دھماکہ سنا تھا۔

واپس آنے والا فوجی اب نہتا نہیں تھا۔ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور نظر آرہا تھا۔

”یہ.... یہ سب کیا ہو رہا ہے یور آنر۔ آپ تو بہت مہربان تھے۔“ ظفر بولا۔

”اس مینڈک کے بچے نے ضرور کوئی غلط حرکت کی ہو گی۔“ جیمسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”ورنہ مسٹر پرائم منسٹر تو بہت اچھے آدمی ہیں۔!“

”یہی بات ہے۔“ ساکاوا اسے گھورتا ہوا بولا۔

”مسٹر پرائم منسٹر ہمیں اس سے نجات دلائیے پلیز۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا بلا ہے۔“

ظفر نے جیمسن کو گھور کر دیکھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔

”بہت جلد.... بہت جلد۔! اگر وہ اتنی دیر میں بھاگ نہ گیا ہو گا لیکن اس جنگل سے نکل نہیں سکتا.... سور کا بچہ.... تم دونوں ایرانی ہو نا۔“

”یہ درست ہے یور آنر....!“

”اچھا تو تم دونوں ادھر آ جاؤ۔ تمہیں تو میں بھول ہی گیا تھا۔ تم ہمارے پرنس کے باڈی گارڈز ہو نا۔!“

”یہ بھی درست ہے یور آنر....!“

”تب پھر ان گندے سوروں کے ساتھ کیوں ہو؟“

”مجبوری تھی یور آنر۔“ جیمسن آگے بڑھتا ہوا بولا۔

ادھر نیچے فراگ زینوں کے دروازے پر زور لگا رہا تھا۔ آخر دروازے کے پاٹ چڑ چڑائے تھے۔ لیکن فراگ غصے کی شدت میں اس دھماکے کو بھول گیا تھا جس کی گونج محض اسی عمارت تک محدود نہ رہی ہو گی۔

کئی فوجی ادھر آ نکلے تھے اور انہوں نے اپنی رائفلیں چھتیالی تھیں۔ فراگ کو ریوالور اٹھانے کا موقع بھی نہ مل سکا جو اس نے اپنے پیروں کے قریب ہی ڈال دیئے تھے اور دونوں ہاتھوں سے دروازے پر زور آزمائی کرنے لگا تھا۔

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے فوجیوں کی طرف رخ کئے کھڑا تھا لیکن اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نہیں تھے۔

پھر اچانک اس کی کمر پر ساکاوا کی لات پڑی اور وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔

”اسے باندھ لو....!“ ساکاوا نے گرج کر فوجیوں کو حکم دیا۔

تعمیل میں دیر نہیں لگی تھی۔ فراگ چرمی تسموں سے کسا کھڑا تھا اور ساکاوا دونوں ہاتھوں سے اس کے گالوں پر تھپڑ مار رہا تھا۔

پھر وہ پیچھے ہٹ گیا اور فراگ کے ساتھیوں میں سے ایک کو قریب بلا کر کہا۔

”اب تم اس کے منہ پر تھپڑ مارو۔“ اس نے اس سے کہا۔

”نن.... نہیں....!“ وہ ہکلایا۔

”چلو.... ورنہ.... گولی مار دی جائے گی۔“

”مار دی جائے۔“ وہ تن کر چیخا تھا۔ ساکاوا نے ایک فوجی کو اشارہ کیا اور اس نے سچ مچ اس پر فائر کر دیا۔

فراگ سختی سے ہونٹ بھینچے کھڑا تھا۔ ساکاوا اس کے بقیہ ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

”اب تم میں سے ایک ایک خود ہی آگے بڑھے اور اس کے ایک ایک تھپڑ رسید کرتا جائے ورنہ اسی طرح مر جاؤ گے۔“

فراگ نے اپنے ہونٹ ڈھیلے چھوڑ دیئے اور اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے بولا۔ ”میرے بچو وہی کرو۔ جو یہ کہہ رہا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ ناپاک ہاتھوں سے مارے جاؤ۔“

”تیری اکڑ ابھی تک قائم ہے۔“ ساکاوا دہاڑا۔

”لاش بھی اکڑی ہی رہے گی۔“ فراگ نے قہقہہ لگایا۔ ”جان لینا اور جان دے دینے کے لیے تیار رہنا میرا کھیل ہے۔“

”چلو.... مارو.... تم چلو....!“ ساکاوا نے فراگ کے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کیا۔

وہ دہاڑیں مار مار کر روتا ہوا آگے بڑھا اور فراگ کے گال پر تھپڑ مار کر اس کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ فراگ کی آنکھوں سے دو موٹے موٹے قطرے رخساروں پر ڈھلک آئے تھے۔

ساکاوا اور اس کے سپاہی بری طرح ہنس رہے تھے۔

”بس.... بس.... بس....!“ ساکاوا ایک ہاتھ پیٹ پر رکھے اور دوسرے کو ہلا ہلا کر بولا۔ ”میں یہی دیکھنا چاہتا تھا.... تیرے آنسو.... ڈیڈلی فراگ.... ہاہا.... ہاہاہا.... ڈیڈلی فراگ.... پو....!“

”یہ ڈیڈلی فراگ کے نہیں.... ایک دردمند باپ کے آنسو ہیں کتے۔!“ فراگ شیر کی طرح دہاڑا اور جکڑی ہوئی ٹانگوں سے پھدکتا ہوا ساکاوا کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

”دیکھو.... دیکھو۔ بالکل مینڈک.... ہے نا.... ہاہاہاہا۔!“ ساکاوا ہنسی کے مارے بدحال ہوا جا رہا تھا۔

ٹھیک اسی وقت کتوں کے شور سے جنگل گونجنے لگا اور ساکاوا نے چیخ کر اپنے فوجیوں سے کہا۔ ”ان سبھوں کو بیرکوں میں لے جاؤ۔ اب میں خود ہی شکار تلاش کروں گا.... اور فراگ سن لے۔ اپنا تماشہ دیکھے بغیر تو نہ مرے گا۔“

ان سبھوں کے ہاتھ پشت پر باندھے جانے لگے۔ ساکاوا نے ظفر اور جیمسن کو مخاطب کر کے کہا۔ ”تم دونوں میرے ساتھ رہو گے....!“

وہ خاموش کھڑے رہے۔ فراگ جس طرح تسموں سے جکڑا گیا تھا اس حالت میں وہ چل نہین سکتا تھا۔ لہٰذا اس کے پیر کھول دیئے گئے۔ پھر فوجیوں میں سے چار افراد انہیں ایک طرف لے چلے تھے۔ فراگ کے ساتھی تعداد میں گیارہ تھے اور وہ خود بارہواں تھا۔

وہ بڑی خاموشی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ فوجیوں کی رائفلیں ان کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ ان میں وہ فوجی بھی شامل تھا جس نے کمرے میں دھوئیں کا بم پھینک کر ساکاوا کو فراگ کے پنجے سے رہائی دلائی تھی۔

فوجیوں کا انداز ایسا ہی تھا جیسے بھیڑ بکریوں کو ہنکا کر کہیں لے جا رہے ہوں۔ فراگ کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے موقع ملتے ہی ان چاروں فوجیوں کو کچا ہی چبا جائے گا۔ وہ چلتے رہے کبھی کبھی فوجی انہیں رائفلوں کے کندوں سے مار مار کر تیز چلنے پر بھی مجبور کرتے۔

اچانک ایک جگہ جھاڑیوں سے دو فوجی نکلے اور قیدیوں کے ساتھ والے فوجیوں پر ٹوٹ پڑے۔ جتنی دیر میں وہ چاروں معاملے کی نوعیت ہی سمجھ پاتے ہوش و حواس ہی کھو بیٹھے۔

رائفلوں کے کندے ان کی گردنوں پر پڑے تھے اور پھر وہ دوبارہ نہیں اٹھ پائے تھے۔

فراگ اور اس کے ساتھی تو گویا سکتے میں آ گئے تھے۔

”میرے بیٹے.... میرے عمران۔!“ فراگ نے بالآخر گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔

جوزف اور عمران پہلے شکار کئے جانے والے دو قیدیوں کی وردی میں ملبوس تھے۔

دونوں نے جلدی جلدی فراگ اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھ کھولنے شروع کر دیئے۔

”اس نے شکاری کتے منگوا لیے ہیں۔“ فراگ مضطربانہ انداز میں بولا۔

”بچاؤ کی فکر کرو.... اور پھر وہ پورے جنگل پر بمباری بھی کرا سکتا ہے....!“

”فکر نہ کیجئے یور آنر.... اب سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ لیکن پرنس کے باڈی گارڈز کہاں ہیں؟“ عمران نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔

”انہیں بھول جاؤ.... وہ غدار نکلے۔! ساکاوا نے انہیں اپنے ساتھ روک لیا ہے۔“

”اوہ....!“ عمران نے طویل سانس لی اور فراگ سے بولا۔ ”میرے پیچھے چلے آیئے۔ لیکن ٹھہریئے اپنے آدمیوں سے کہیئے کہ ان فوجیوں اور ان کے اسلحہ کو اٹھا لیں۔ ہمیں مزید وردیوں اور اسلحہ کی ضرورت پیش آئے گی۔“

اس کی ہدایت پر فوراً عمل کیا گیا۔ وہ انہیں اپنی کمین گاہ تک لایا۔

”غار چھوٹا ہے۔ لیکن ہماری کس قدر لوز پیکنگ تو ہو ہی سکے گی۔“ عمران نے کہا۔

”خطرناک.... بیحد خطرناک۔ کتوں کے حملے کی صورت میں ہم یہاں آسانی سے مار لیے جائیں گے۔“ فراگ بولا۔

”پچھلی رات سے ہم یہیں ہیں۔ پچھلی رات ہم صرف تین تھے۔ آج پہلے دو لڑکیوں کا اضافہ ہوا.... پھر آپ بارہ عدد.... خدا کی پناہ۔ سڑ جائیں گے....!“

”دو لڑکیاں.... کون دو لڑکیاں؟“ فراگ چونک پڑا۔

"ایک آپ کی اور دوسری.... دوسری۔ کیا بتاؤں شرم آرہی ہے۔"

"تو کیا للی اور اَم بنی....؟"

عمران نے سر کو.... اثباتی جنبش دی۔

"کہاں ہیں....؟"

"غار کے اندر....!"

فراگ اسے حیرت سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں تم کیا چیز ہو۔"

"اُو ہوں اچھا خاصا۔ ایک اور مل گئی ہے....!"

"کیا مل گئی ہے؟"

"لل.... لڑکی۔ لیکن یور آنر.... اس کا خیال رکھیے گا کہ وہ میری پناہ میں ہے۔"

"کہاں ہے.... مجھے دکھاؤ۔"

"غار میں.... اسی کی رہنمائی کی بنا پر ہم یہاں تک پہنچ سکے ہیں۔"

پھر وہ ایک ایک کر کے غار میں داخل ہوئے۔

فوجیوں میں سے ایک چل بسا تھا اور تین اکھڑی اکھڑی سانسیں لے رہے تھے۔ جوزف نے ٹارچ روشن کی اور فراگ ان کا جائزہ لے کر بولا۔ "یہ بھی نہیں بچیں گے گردنیں ٹوٹ گئی ہیں۔" اس کا لہجہ شرارت آمیز قلقاریوں سے بھرپور تھا۔ پھر اس نے عمران سے پوچھا۔ "وہ لڑکی کہاں ہے؟"

"یور آنر۔ میری وارننگ یاد رکھیے گا۔"

"ہاں ہاں.... یاد ہے....!" فراگ برا سا منہ بنا کر بولا۔

عمران نے ٹارچ روشن کی اور روشنی کا دائرہ حرکت کرتا ہوا لڑکی پر جا پڑا۔

"اوہو.... ہوف....!" فراگ کراہ کر رہ گیا۔

"مجھے حیرت ہے۔" عمران نے ٹارچ بجھاتے ہوئے کہا۔

"کس بات پر حیرت ہے؟"

"تھوڑی دیر پہلے آپ بندھے چلے جا رہے تھے۔ پتا نہیں زندہ جلا دیئے جاتے یا آپ کا قیمہ بنایا جاتا۔"

"اچھا تو پھر....!"

"آپ ایسے وقت بھی اپنی ہائے وائے سے باز نہیں آتے۔"

فراگ نے فخریہ انداز میں قہقہہ لگایا اور بولا۔ "عورت اور زندگی دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں جب تک عورت سے بھاگتے رہو گے نامکمل ہی رہو گے۔"

"میں نامکمل ہی بھلا۔ لیکن اس لڑکی کا تحفظ جان کی بازی لگا کر بھی کروں گا.... خواہ آنریبل فراگ ہی سے کیوں نہ ٹکر لینی پڑے۔ یہ بڑی عظیم لڑکی ہے....!"

پھر عمران نے اسے مختصراً لڑکی کے بارے میں بتایا۔

"اوہ.... اوہ.... تب تو یہ میری ماں ہے.... میں اسے سلام کرتا ہوں۔" فراگ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

◆

جنگل میں دھندلکا پھیل گیا تھا۔ پرندوں کے شور سے فضا مرتعش ہو رہی تھی۔ لیکن وہ اونچے اونچے شکاری کتے نہایت خاموشی سے راستہ طے کر رہے تھے۔ ساکاوا نے ظفر اور جیمسن کو بتایا تھا کہ وہ کتے شکار کی تلاش میں نکلنے کے بعد اسی طرح خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ وہ ان پر اپنی اس بات کا رد عمل دیکھنا چاہتا ہو۔ وہ اسے سمجھ گئے تھے اور اپنے چہروں سے کسی قسم کے تاثر کا اظہار نہیں ہونے دیا تھا۔ اس کے بعد ساکاوا نے انہیں بھی بیرکوں میں بھجوا دیا تھا۔ پھر آٹھ کتوں اور تین گھوڑ سواروں کی یہ پارٹی جنگل میں گھستی چلی گئی تھی۔ خود ساکاوا اس کی قیادت کر رہا تھا۔ دوسرے گھوڑوں پر فوجی سوار تھے۔

ایک جگہ کتوں نے رک کر اپنی تھوتھنیاں اوپر اٹھائیں اور پھر ایک جانب تیزی سے دوڑتے چلے گئے۔

پھر انہوں نے بیک وقت جھاڑیوں کے ایک جھنڈ میں چھلانگیں لگائی تھیں۔ فوجیوں نے ریوالور نکال لیے۔ خود ساکاوا نے بھی اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور نکال لیا تھا۔ انہوں نے اس جھاڑی کو گھیرے میں لے لیا اور ساکاوا گرج کر بولا۔ "تم ریوالوروں کی زد پر ہو۔ خود کو ہمارے حوالے کر دو۔!"

لیکن یہ کیا؟ کتے دو برہنہ لاشیں جھاڑیوں سے گھسیٹ لائے تھے۔

"یہ تو.... یہ تو.... اپنے ہی ساتھی ہیں.... یور آنر۔" ایک فوجی چیخا اور وہ گھوڑے پر سے کود پڑے۔

"یہی تو ان دونوں لڑکیوں کو لے گئے تھے۔" دوسرے نے کہا۔

"اوہ....!" ساکاوا کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نظر آئے۔

فوجی لاشوں کا جائزہ لے رہے تھے۔

"لیکن حیرت ہے یور آنر۔ کسی کے جسم پر بھی زخم نہیں ہے۔ چہروں سے بھی نہیں معلوم ہوتا کہ گلا ہی گھونٹ کر مارے گئے ہوں" ایک فوجی بولا۔

"ذرا دیکھئے! بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یونہی.... یونہی.... کیا کہا جائے جیسے یونہی خواہ مخواہ مر گئے ہوں۔"

"وردیاں بھی اتار لی گئی ہیں۔" ساکاوا نے پر تشویش لہجے میں کہا۔ "انہیں اٹھا کر گھوڑوں پر ڈالو اور یہاں سے چلو۔ سیدھے بیرکوں کی طرف.... ہوشیاری سے.... بہت ہوشیاری سے....!"

کتے اب پھر خاموشی سے چلے جا رہے تھے۔ فوجیوں نے لاشیں گھوڑوں پر ڈالی تھیں اور خود پیدل چل رہے تھے۔

دھندلکا آہستہ آہستہ تاریکی میں تبدیل ہوا جا رہا تھا اور ساکاوا کا ذہن ڈھمپ لوپو کا میں الجھا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس سے مرعوب ہو گیا ہو۔ ایک انجانا سا خوف اس کے ذہن پر مسلط ہوتا جا رہا تھا۔

بیرک میں پہنچ کر معلوم ہوا کہ نہ تو قیدی وہاں پہنچے ہیں اور نہ وہ چاروں فوجی جو انہیں وہاں پہنچانے والے تھے۔ ساکاوا آپے سے باہر ہو گیا۔ جیمسن اور ظفر الملک طلب کئے گئے۔

ساکاوا انہیں دیکھتے ہی چیخا۔ "تمہاری بوٹیاں کاٹ کر کتوں کو کھلا دی جائیں گی۔"

"ہمارا قصور.... یور آنر۔" ظفر بولا۔

"تم سب سازشی اور دھوکے باز ہو۔ میرے دو سپاہی مار ڈالے گئے اور ان چاروں کا قیدی سمیت کچھ پتا نہیں۔"

"ہم کیا عرض کر سکتے ہیں یور آنر۔ ہم تو بڑی مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ اس سے بہتر تو یہی تھا کہ پیرس میں بھیک مانگ رہے ہوتے۔"

"ڈھمپ لوپو کا کہاں ہے؟"

"ہم کس طرح یقین دلائیں کہ یہ نام ہمارے لیے نیا ہے۔"

"لوئیسا کہاں ہے؟ جس نے تمہیں ملازم رکھا تھا۔"

"تاہیتی تک ہمارے ساتھ تھی۔ اس کے بعد پھر پتا نہیں کہاں غائب ہو گئی۔ ہمارا معاملہ تو براہ راست پرنس سے تھا۔ پھر وہ بھی پرنسز ٹالابوآ کے سیکرٹری کے ساتھ کہیں غائب ہو گئے۔ اب ہم کیا کریں۔ ہماری سمجھ میں تو نہیں آتا۔"

"تم حقیقت اگل دو۔ لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم پر تشدد کیا جائے۔ پرنس کا احترام ہم پر بہر صورت واجب و لازم ہے۔"

"اسی احترام کا واسطہ دے کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ اس سے زیادہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔"

"پرنس تم سے کہاں علیحدہ ہوئے تھے۔"

"پونیاری میں....! جب پونیاری پر جنگی کشتیوں نے حملہ کیا تھا.... ہم فراگ کی لانچ پر پہنچا دیئے گئے تھے۔ لیکن وہاں پرنس یا پرنسز کا سیکرٹری نہیں ملے تھے۔"

اتنے میں کسی نے باہر سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تھی۔ ساکاوا سے اجازت ملنے پر ایک فوجی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"ڈاکٹر.... دس منٹ بعد اپنی رپورٹ پیش کرے گا۔ یور آنر۔" اس نے اطلاع دی۔

"ٹھیک ہے.... جاؤ....!"

فوجی چلا گیا اور ساکاوا نے ظفر اور جیمسن سے کہا۔ "فی الحال تم لوگ بھی خود کو قیدی ہی سمجھو! جب تک کہ پرنس بھی ہم سے نہ آملیں۔ تم پر.... اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔"

"آپ کی مرضی! ہم روٹی کی تلاش میں نکلے تھے وہ آپ کی قید میں بھی ملتی رہے گی۔"

"اسے لے جاؤ۔" ساکاوا نے گارڈز میں سے ایک کی طرف دیکھ کر ظفر کی جانب اشارہ کیا۔

اب جیمسن تنہا رہ گیا۔ وہ بڑے ادب سے سر جھکائے کھڑا تھا۔

"میرا دل کہتا ہے کہ تم جھوٹ نہیں بولو گے۔" ساکاوا نے اسے مخاطب کیا۔

"میں آپ کی مردم شناسی کا قدردان ہوں یور آنر۔!"

"ہوں۔ سچی بات سننا چاہتا ہوں۔"

"سچی بات کیا ہے.... یہ میں نہیں جانتا.... لیکن اپنے شبہے کا اظہار ضرور کروں گا۔"

"ہاں.... ہاں.... کہو....!" ساکاوا نرم لہجے میں بولا۔

"ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی.... اگر ہربندا شہزادہ ہی تھا تو وہ لوگ اسے تنہائی میں شاہی آداب کیوں سکھاتے تھے۔"

"اوہو.... یہ بات ہے....!"

"ہاں یور آنر.... میں نے چھپ کر دیکھا تھا۔"

"بولو.... کیا مانگتے ہو؟ تم نے میرے شبہے کو یقین میں بدل دیا۔"

"میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہتا کہ موکارو میں ہی رہ جاؤں۔"

"یہ ناممکن ہے۔ یہاں کوئی غیر ملکی نہیں رہ سکتا۔"

"اپنی ہی ملازمت میں مجھے کہیں باہر بھجوا دیجیے۔ میں اپنی دنیا میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ بحرالکاہل کے جزائر میں محبت ہی محبت ہے۔"

"اس پر غور کیا جا سکتا ہے۔ اچھا اب تم بھی جاؤ۔ دوسرے قیدیوں کے مقابلے میں آرام سے رکھے جاؤ گے۔"

"شکریہ یور آنر....!"

گارڈز اسے بھی لے گئے۔ ساکاوا تنہا کمرے میں ٹہلتا رہا۔ کبھی اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو جاتا اور کبھی آنکھوں سے تشویش جھانکنے لگتی۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر نے کمرے میں قدم رکھا۔

"کیا رپورٹ ہے؟" ساکاوا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔

"حتمی رپورٹ پوسٹ مارٹم کے بغیر ناممکن ہے یور آنر.... لیکن میرا تجربہ کہتا ہے کہ وہ زہریلی سوئیوں کا شکار ہوئے ہیں جو اتنے زیادہ پریشر سے پھینکی گئی تھیں کہ جلد سے گوشت میں خاصی گہرائی تک اتر گئی ہوں گی۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔" ساکاوا نے طویل سانس لی۔

"تو پوسٹ مارٹم کیا جائے؟"

"ضرور.... ضرور.... اور ہاں.... جاتے ہوئے کمانڈر کو ادھر بھیجتے جانا۔"

اس کیمپ میں وہ وزیر اعظم کی بجائے ایک پولیس آفیسر ہی لگ رہا تھا۔

ڈاکٹر کے چلے جانے کے بعد وہ پھر ٹہلنے لگا۔

کمانڈر کی آمد پر سب سے پہلے اس نے ان چاروں فوجیوں کے متعلق گفتگو شروع کی تھی جو قیدیوں کو لے کر چلے تھے۔

"اب تو کہنا پڑتا ہے یور آنر کہ انہیں بھی کوئی حادثہ پیش آیا ہے۔" کمانڈر نے بالآخر کہا۔

"ہوں....!" ساکاوا کچھ سوچ رہا تھا۔

"اب تو بمباری کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔" کمانڈر بولا۔

"نہیں.... اس علاقے میں دھماکے مناسب نہیں ہوں گے۔ کل دیکھیں گے۔ میں آج رات ادھر ہی قیام کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔"

"بہت بہتر یور آنر.... آپ کی موجودگی ہمارے لیے اطمینان کا باعث ہو گی۔"

"کتے کھلے رکھنا....!"

"بہت بہتر یور آنر۔"

"اور.... میں تین گھنٹے تک اپنے مخصوص کمرے میں قیام کروں گا۔ اس لیے اس دوران مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

"بہت بہتر یور آنر....!"

کمانڈر چلا گیا۔ اس کمرے میں آمدورفت کے دروازے کے علاوہ ایک دروازہ اور بھی تھا۔ یہ دروازہ بند تھا۔ ساکاوا اس دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"سر.... یور آنر۔ کتے مر گئے.... سارے کتے مر گئے۔" وہ ہانپتا ہوا بولا۔

"نہیں....!" ساکاوا مضطربانہ انداز میں چیخا.... پھر خود پر قابو پا کر غرایا۔

"تم سب اندھے ہو۔ اب تمہاری کمزوریاں ظاہر ہو رہی ہیں۔ جب کوئی بہت ہی چالاک آدمی مقابل آیا ہے۔ جاؤ اسے تلاش کرو۔ ورنہ تم سب بھی کتے کی موت مر جاؤ گے۔"

کمانڈر دروازے کی طرف مڑا۔

”ٹھہرو.....!“ ساکاوا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اور کمانڈر پھر اس کی طرف مڑ گیا۔

”تم تو وہاں تک پہنچ بھی نہ سکے ہو گے۔“

”جو خبر لایا ہے۔ باہر موجود ہے یور آنر۔“

”اسے بلاؤ.....!“

خبر لانے والا فوجی اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ خود بھی خاصا بدحواس دکھائی دیتا تھا۔

”یور آنر.....!“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔ ”انہیں..... کھانے کو..... دیا گیا تھا بس ایک ٹیپ کر کے گرے اور مر گئے۔“

”جو کچھ وہ کھا رہے تھے ان کا کچھ حصہ باقی بچا ہے؟“ ساکاوا نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

”ضرور..... بچا ہو گا..... یور آنر..... وہ بیچارے کھا ہی کتنا سکے تھے۔“

”جاؤ تم دیکھو۔“ ساکاوا نے کمانڈر سے کہا۔ ”اور بچی ہوئی غذا کو ڈاکٹر کے حوالے کر کے تجزیئے کے لیے کہو۔“

”بہت بہتر..... یور آنر۔“

”میں یہیں منتظر ہوں۔ فی الحال ریٹائرنگ روم میں نہیں جا رہا۔“

وہ دونوں چلے گئے۔ تاریکی پوری طرح پھیل گئی تھی اور جنگل سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔

◆

جب عمران کو پوری طرح یقین ہو گیا کہ وہ انہیں خوفزدہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے تو اس نے اپنی اس مہم کا آغاز کیا جس کی کامیابی کا انحصار محض اتفاقات پر تھا۔ اور یہ مہم تھی اس لباس کو تلاش کرنے کی جسے وہ بدحواسی میں اتار پھینکتے ہوئے کسی معقول سی پناہ گاہ کی تلاش میں بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

کیمپ میں کتے اسی کی ڈارٹ گن کے شکار ہوئے تھے۔ اس کے بعد یہ ہوا تھا کہ سپاہی کیمپ ہی تک محدود ہو کر رہ گئے تھے۔ کسی نے بھی اندھیرا پھیلنے پر جنگل میں گھسنے کی ہمت نہیں کی تھی۔ آج کی بھاگ دوڑ کے دوران میں اس نے ایک دوسری مناسب سی پناہ گاہ تلاش کر لی تھی اور اپنے ساتھیوں کو وہاں منتقل کر دیا تھا۔ یہ ایک طویل چٹانی دراڑ تھی جس میں سے کہیں کہیں آسمان بھی دکھائی دیتا تھا۔

بہر حال وہ جوزف کو ساتھ لے کر ان ملبوسات کی تلاش میں نکلا تھا۔ جوزف آج کی مصروفیات اور کارناموں پر بے حد خوش تھا۔

”آج مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے باس جیسے میں اچانک جاگ پڑا ہوں۔“

”بس اب جاگتے ہی رہنا۔ ورنہ ہمیشہ کے لیے سو جاؤ گے۔“

”ٹھہرو باس.....!“ جوزف چلتے چلتے رک گیا۔

”کیا بات ہے؟“

”ہم ادھر سے نہیں گذرے تھے۔ مجھے ادھر اپنی سانس نہیں محسوس ہو رہی۔“

”کیا بکواس شروع کر دی۔“

”تم جنگل کو نہیں سمجھ سکتے۔ باس۔“

”ارے تو کیا اس اندھیرے میں اب تیری سانس بھی تلاش کرنی پڑے گی۔“

”تم جنگل کی زبان بھی نہیں سمجھ سکتے۔ میں تمہیں ٹھیک اسی جگہ لے چلوں گا۔ جہاں ہم نے وہ لباس اتار پھینکا تھا۔ بس اب تم میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ باس۔“

”چل یہی سہی..... مجھے تیری اس صلاحیت پر اعتماد ہے۔“

”لیکن باس۔! پھر کہتا ہوں کہ فراگ سے ہوشیار رہنا۔ جس دن اسے معلوم ہو گیا کہ تم ہی ڈھمپ لوپوکا بھی ہو تو وہ تمہارے لیے بیحد خطرناک ہو جائے گا۔ جب سے ملا ہے مسلسل گالیاں دیئے جا رہا ہے۔“

”ڈھمپ کو.....!“

”ہاں باس۔ وہ اپنی اس بے عزتی کا باعث ڈھمپ کو ہی سمجھتا ہے۔“

”کیا یہ غلط ہے۔“

”اب میں کیا جانوں باس غلط ہے کہ صحیح۔ اگر مجھے یہ نہ معلوم ہوتا کہ ڈھمپ لوپوکا کون ہے تو میرا خون بھی نہ کھولتا۔“

”ختم کرو۔ اس معاملے کو پھر دیکھیں گے۔ ہاں تو وہ تینوں لباس کسی ایک جگہ نہ ملیں گے۔ تمہیں یاد ہو گا کہ ہم دوڑ رہے تھے اور ساتھ ہی انہیں اتار پھینکنے کی کوشش بھی کرتے جا

رہے تھے۔“

جوزف کچھ نہ بولا۔ ایک جگہ رک کر وہ بائیں جانب مڑا تھا۔ اور پھر وہ ڈھلان میں اترتے چلے گئے تھے۔ دفعتاً انہوں نے ہیلی کوپٹر کی گڑگڑاہٹ سنی اور جہاں تھے وہیں رک گئے۔ ہیلی کوپٹر ان سے دور ہی دور گذرا تھا۔

وہ بہت دیر تک ان لباس کی تلاش میں سرگرداں رہے تھے لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ آخر کار وہ ہیلی پیڈ کی طرف چل پڑے۔ عمران کہہ رہا تھا۔ ”ہو سکتا ہے اس عمارت میں بھی اس قسم کے لباس پائے جاتے ہوں۔“

”لیکن باس.... آج تو ادھر اندھیرا ہے۔“ جوزف بولا۔

سچ مچ ہیلی پیڈ کے قریب والی دو منزلہ عمارت بالکل تاریک تھی۔ کسی کھڑکی یا روشن دان میں روشنی نہ دکھائی دی۔ ہیلی پیڈ بھی تاریک پڑا تھا۔

”اتنے خائف ہو گئے ہیں یہ لوگ۔“ عمران بڑبڑایا۔

”تمہاری ڈارٹ گن کا کمال ہے باس۔“ جوزف بولا۔ ”ان دیکھی موت سے سب ہی ڈرتے ہیں۔“

”اچھا یہیں ٹھہرو۔ میں آگے بڑھ کر دیکھتا ہوں۔“ عمران بولا۔ ”میرا مطلب سمجھ گئے نا؟“

”ہاں.... مجھے یہاں رک کر جنگل کی طرف نظر رکھنی ہوگی۔“

”ٹھیک ہے اور اب تم جاگ ہی پڑے ہو۔“ عمران نے کہا اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

عمارت کی پشت پر پہنچ کر رکا تھا۔ کچھ دیر آہٹ لینے کی کوشش کرتا رہا لیکن ناکامی ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے عمارت بالکل خالی ہو۔

اس کا ماتھا ٹھنکا اور وہ واپسی کے لیے مڑا ہی تھا کہ کوئی ٹھنڈی سی چیز پیشانی سے آلگی۔ ساتھ ہی تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی۔ ”اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا۔“

یہ الفاظ انگلش میں ادا کیے گئے تھے۔ عمران نے بڑی پھرتی سے بیٹھ کر لوٹ لگائی اور ریوالور والے کو سمیٹ کر نشیب میں لڑھکنے لگا۔

اس نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ ریوالور سے فائر بھی ہو سکتا تھا لیکن شائد ریوالور اب اس کے ہاتھ میں تھا ہی نہیں۔

لڑھکتے لڑھکتے جب وہ ایک مسطح جگہ پر ٹکے تو عمران اسے چھاپ بیٹھا۔

”منہ سے ہلکی سی آواز بھی نکلی تو گلا گھونٹ دوں گا۔“ اس نے حریف کو دھمکی دی جو اس کے نیچے دبا ہوا بری طرح ہانپ رہا تھا۔

”وہاں اور کتنے آدمی ہیں؟“ بالآخر اس کی گردن پر دباؤ ڈال کر پوچھا۔

”ب.... بارہ....!“

”اس ڈرامے کا مطلب....؟“

”ہم.... جج جانتے تھے.... کہ تم.... بالآخر.... ادھر ہی کا رخ کرو گے۔“

”باہر کتنے آدمی ہیں؟“

”سب.... ب.... باہر ہیں.... مختلف جگہوں پر....!“

دفعتاً عمران کے دونوں ہاتھ اس کی کنپٹیوں پر جا پڑے اور دباؤ پڑتے ہی وہ بیہوش ہو گیا۔

شائد بقیہ لوگ ایسی ہی پوزیشنوں پر تھے کہ انہیں اس واقع کا علم نہیں ہو سکا۔ بہر حال اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ ہاتھ آنے والے آدمی کو کاندھے پر ڈالے اور اسی سمت پلٹ جائے جہاں جوزف اس کا منتظر تھا۔

وہاں سے وہ اس غار میں پہنچے تھے جسے تنگی کی وجہ سے چھوڑ چکے تھے۔ بعض تدابیر کی بنا پر قیدی کو جلد ہی ہوش آگیا۔

اس نے بتایا کہ وہ دو منزلہ عمارت آبزرویٹری اور کنٹرول ٹاور کی حیثیت سے استعمال کی جاتی ہے۔ اور وہاں کسی قسم کے بھی لباس نہیں رکھے جاتے۔ دھوئیں کے حصار کے اندر کے لوگ ان ملبوسات میں آتے ہیں اور انہیں میں رخصت ہو جاتے ہیں۔ لباس اس عمارت میں نہیں اتارے جاتے۔ آبزرویٹری یا کنٹرول ٹاور سے متعلق افراد نے کبھی دھوئیں کے حصار کو پار نہیں کیا۔ اس کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق اس وقت ہیلی پیڈ پر دو ہیلی کوپٹر موجود تھے۔ ایک ساکاوا کا ذاتی ہیلی کوپٹر تھا اور دوسرا وہیں رہتا تھا۔ تیسرے ہیلی کوپٹر نے کچھ ہی دیر پہلے کسی نامعلوم جگہ کے لیے پرواز کی تھی۔“

”یہ تو کچھ نہ ہوا باس۔“ جوزف بڑبڑایا۔

”بہت کچھ ہوا ہے.... تم فکر نہ کرو۔ ہم سب مل کر انہیں زچ کر دیں گے۔“

"میری بھی سن لو۔" قیدی کراہا۔ "اگر تین بجے شب تک تم میں سے کوئی ہمارے ہاتھ نہ لگا تو پورے جنگل میں آگ لگا دی جائے گی۔ اور ہیلی کوپٹر سے گولیوں کی بارش بھی جاری رہے گی۔"

"اس صورت میں تمہیں بھی ہمارے ساتھ ہی مر جانا پڑے گا۔"

"تم لوگ آخر چاہتے کیا ہو؟"

"صرف دھوئیں کے حصار سے گذرنا چاہتے ہیں۔ ہماری کسی سے دشمنی نہیں ہے۔"

"لباس کے استعمال سے صرف وہی لوگ واقف ہیں جو اسے استعمال کرتے ہیں۔ اگر لباس تمہارے ہاتھ آ بھی جائے تو تم اس کا صحیح استعمال نہ کر سکو گے۔"

"تم تو موکارو ہی کے باشندے معلوم ہوتے ہو۔"

"اسی لیے میں مرنا نہیں چاہتا یہ جاپانی یہاں کیا کر رہے ہیں؟"

"اگر تم ساکاوا کے وفاداروں میں سے نہیں ہو تو تمہارا یہاں کیا کام۔"

"اب تو وہی موکارو کا مالک ہے۔ جسے چاہے بھوکا مار دے۔"

"کچھ بھی ہو.... اب تو تمہیں ہمارے ساتھ ہی مرنا پڑے گا۔" عمران بولا۔

"اگر تم لوگ مجھ پر اعتماد کرو تو تم بھی محفوظ رہو گے اور ایک بیحد کمینے آدمی کے لیے میری جان بھی نہیں جائے گی۔"

"تمہارے ساتھیوں میں کتنے تمہارے ہم خیال ہیں....؟"

"میں نہیں جانتا.... لیکن ساکاوا سے سبھی نفرت کرتے ہیں۔ آبزرویٹری میں صرف چار جاپانی ہیں۔"

"وہ اس وقت کہاں ہیں....؟"

"وہیں سب کے ساتھ آبزرویٹری کے آس پاس۔"

"تمہارے وہ ساتھی جو موکارو کے باشندے ہیں کیا ان جاپانیوں سے بھی متنفر ہیں۔"

"صد فی صد...."

"اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ جنگل میں چھپے ہوئے لوگوں میں پرنس ہربنڈا بھی شامل ہے تو ان پر کیا ردعمل ہو گا۔"

"کیا یہ سچ ہے؟" قیدی نے پرمسرت لہجے میں کہا۔

"پہلے میری بات کا جواب دو۔"

"وہ ان چاروں جاپانیوں کو قتل کر کے پرنس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے۔ خواہ جنگل کی آگ انہیں بھی کیوں نہ چٹ کر جائے۔"

"کیا تم ہربنڈا کو پہچان لو گے؟"

"کیوں نہیں۔ انہیں نہیں دیکھا تو ان کی تصویریں تو دیکھی ہیں۔"

"تو دیکھو۔! پہچانو!" عمران نے کہا اور دوسرے ہی لمحے میں اس کی ٹارچ کی روشنی کا دائرہ جوزف کے چہرے پر پڑا۔ فراگ اور اس کے ساتھیوں کی بازیابی کے بعد عمران نے جوزف کے چہرے سے مادری پریسٹ والا میک اَپ واش کر دیا تھا۔

قیدی اپنی مادری زبان میں کچھ کہتا ہوا جوزف کے قدموں میں گر پڑا۔

"اٹھو اٹھو۔ میرے بچے تمہاری مصیبتوں کے دن ختم ہوئے۔" جوزف شاہانہ لہجے میں بولا۔

"لیکن نہ میں فرانسیسی بول سکتا ہوں اور نہ اپنی مادری زبان۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک بنکاٹا پر فرانسیسی تسلط رہے گا میں یہ دونوں زبانیں نہیں بولوں گا۔"

"اب میں تمہارے لیے اپنی جان دے سکتا ہوں میرے مالک۔" قیدی گڑگڑایا۔

"نہیں! تم سب زندہ رہو گے! میں تمہیں ساکاوا سے نجات دلانے آیا ہوں۔!"

تھوڑی دیر بعد وہ تینوں سر جوڑے بیٹھے مشورے کر رہے تھے۔

◆

ساکاوا بیرک والے کمرے میں تنہا نہیں تھا۔ کمانڈر بھی موجود تھا۔ دونوں کے چہروں پر تشویش کے آثار تھے۔ باہر بیرکیں خوب روشن تھیں اتنی روشن کے آس پاس کے جنگل میں بھی ان کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سپاہی چوکس تھے۔

"ٹھیک دو بجے بیرکیں خالی کر کے جنوب کی طرف کھلے میں اتر جانا۔" ساکاوا نے کہا۔ "تین بجے ہیلی کوپٹر ادھر آئیں گے اور کارروائی شروع ہو جائے گی۔"

"بہت بہتر جناب۔" کمانڈر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔

بارہ بج کر تین منٹ ہوئے تھے۔

"اب اس فتنے کو ختم ہو ہی جانا چاہیے۔" ساکاوا جماہی لے کر اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا۔ اب میں

اپنے خاص کمرے میں آرام کروں گا۔ تم ٹھیک دو بجے نکل جانا۔”

“کیا آپ کو اس وقت بیدار کیا جائے یور آنر۔!”

“نہیں اس کی ضرورت نہیں! میں اب صبح ہی کو بیدار ہونا پسند کروں گا۔”

“بہت بہتر جناب!” کمانڈر بھی اٹھ گیا۔

ساکاوا بائیں جانب والے دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ دروازہ کھول کر وہ دوسرے کمرے میں داخل ہوا۔ کمانڈر کچھ دیر کھڑا کسی گہری فکر میں ڈوبا رہا۔ پھر باہر نکلا چلا آیا۔ ساکاوا نے اپنے خاص کمرے کا دروازہ پہلے ہی بند کر لیا تھا۔

کمانڈر نے فوجیوں کی پوزیشنز چیک کیں اور پھر اپنے کمرے کی طرف چلا آیا۔ یہ انتظام اس لیے کیا گیا تھا کہ کہیں فراگ کے ساتھی شب خون نہ ماریں کیونکہ اب وہ نہتے نہیں تھے۔ ان کے پاس چھ رائفلیں تھیں۔

کمرے میں پہنچ کر اس نے ظفر اور جیمسن کو بلوایا۔

“تم لوگ جانتے ہو کہ اب کیا ہونے والا ہے۔” اس نے انہیں گھورتے ہوئے پوچھا اور بوتل سے گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔

“نہیں جناب.... ہم نہیں جانتے۔” ظفر نے خوفزدگی کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

“جنگل میں آگ لگا دی جائے گی اور ہیلی کوپٹر سے گولیاں برسائی جائیں گی۔”

جیمسن نے قہقہہ لگایا اور چہکتی ہوئی سی آوز میں بولا۔ “وہ مارا۔ اب دیکھوں گا کہ مینڈک کا بچہ کیسے بچتا ہے۔”

“تم چاہتے ہو کہ وہ مار ڈالا جائے۔”

“کیوں نہیں! اسی کی وجہ سے ہم ان مصائب کا شکار ہوئے ہیں۔”

“تمہارا کیا خیال ہے؟” کمانڈر نے ظفر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

“یہ ٹھیک کہہ رہا ہے.... فراگ ہی کی وجہ سے ہم ان دشواریوں میں پڑے ہیں۔”

“آنریبل ساکاوا تم پر مہربان ہیں۔ انہوں نے حکم دیا ہے کہ یہاں سے ہٹتے وقت ہم تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جائیں۔”

“ان کا بہت بہت شکریہ! وہ جانتے ہیں کہ ہمارا فراگ سے کوئی تعلق نہیں....!”

“بیٹھ جاؤ....!” کمانڈر نے کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

وہ دونوں اس کا شکریہ ادا کر کے بیٹھ گئے۔

“لیکن میں تمہیں شراب نہیں پیش کروں گا۔” کمانڈر ان کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ “ہمیں محدود کوٹا ملتا ہے۔”

“ہم دونوں شراب نہیں پیتے۔”

“اوہو.... حیرت انگیز....!”

“ٹھیک اسی وقت ہیلی کوپٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اور کمانڈر چونک کر بولا۔ ہائیں.... ابھی سے کیوں۔ ابھی تو صرف ایک بجا ہے۔”

وہ اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹا۔ دو ہیلی کوپٹر بیرکوں کے اوپر چکر لگا رہے تھے اچانک ان پر سے مشین گنوں کی فائرنگ شروع ہو گئی۔ کمانڈر تیزی سے کمرے میں پلٹ آیا۔ مرنے والوں کی چیخیں ہیلی کوپٹر کی آواز میں دب کر رہ گئی تھیں۔ ساکاوا کے سپاہی گھبرائے ہوئے چوہوں کی طرح چاروں طرف دوڑتے پھر رہے تھے۔

ہیلی کوپٹر سے گولیاں برستی رہیں۔

“یہ کیا ہو رہا ہے آخر....؟” کمانڈر پیر پٹخ کر بولا۔

لیکن اس کا جواب کون دیتا۔ ظفر اور جیمسن حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

کمانڈر نے بڑی پھرتی سے کھڑکیاں اور دروازے بند کر دیئے اور ایک گوشے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ “تم دونوں بھی ادھر ہی آ جاؤ۔ پتا نہیں یہ کیا شروع ہو گیا۔ گولیوں کی بوچھاڑ برآمدے تک آ رہی ہے۔”

“آپ کے آدمیوں کا کیا حشر ہوا ہو گا؟” ظفر بولا۔

“پتا نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ فی الحال یہ بھی ممکن نہیں کہ میں وزیراعظم کے کمرے تک جا سکوں۔”

“میرا خیال ہے کہ گروگھنٹال کامیاب ہو گئے ہیں۔” جیمسن نے اردو میں کہا۔

“میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔” ظفر بولا۔

“تو پھر اسے کیوں نہ سنبھال لیں۔”

"تم لوگوں نے کیا بکواس شروع کر دی ہے۔ فرانسیسی یا انگلش میں گفتگو کرو۔" کمانڈر انہیں گھورتا ہوا بولا۔

"اپنی زبان میں رو رہے ہیں جناب۔" ظفر نے فرانسیسی میں کہا۔ "مصیبت پڑنے پر ہر شخص کو ماں یاد آجاتی ہے۔ لہٰذا مادری ہی زبان میں روتا ہے۔"

اچانک جیمسن کمانڈر پر ٹوٹ پڑا اور ظفر نے اس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔

"یہ کیا.... یہ کیا....؟" کمانڈر جو کسی قدر نشے میں بھی تھا ہکلایا۔

لیکن وہ جواب دیئے بغیر اسے بے بس کر دینے کی جدوجہد میں مصروف تھے۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ فرش پر بندھا پڑا تھا۔

"اب کیا کرنا چاہئے....؟" جیمسن بولا۔

"فی الحال کچھ بھی نہیں۔ ٹھہرو اور دیکھو کہ حالات کون سا رخ اختیار کرتے ہیں۔"

فائرنگ اب بند ہو گئی تھی لیکن ہیلی کوپٹر بدستور فضا میں چکر لگا رہے تھے۔

"مجھے کھول دو ورنہ پچھتاؤ گے۔" کمانڈر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"چپ چاپ پڑے رہو۔ اگر وہ فراگ کے ساتھی ہی ہوئے تو ہم تمہیں بچا لیں گے۔" ظفر نے نرم لہجے میں کہا۔ "ہم نے مصلحتاً ایسا کیا ہے۔"

"اگر ایسا ہی ہے تو آدھا گلاس بنا کر میرے حلق میں انڈیل دو۔ تمہارا بہت بہت شکریہ۔!"

جیمسن کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ نظر آئی۔ اور وہ سچ مچ اس کے لیے شراب مکس کرنے لگا۔

ہیلی کوپٹر کی آواز اب ایک ہی جگہ سے آرہی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ لینڈ کر چکے تھے۔ تھوڑی دیر بعد برآمدے میں بھاری قدموں کی آواز گونجنے لگی۔

"یہاں اس کمرے میں کوئی معلوم ہوتا ہے" باہر سے کسی نے کہا اور قدموں کی آوازیں تھم گئیں۔

"اندر کون ہے۔ دروازہ کھولو۔!" کسی نے دروازے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "ورنہ ہم بیرک کو ڈائنامائیٹ کر دیں گے۔"

"دیکھا۔!" جیمسن چہک کر بولا۔ اس نے عمران کی آواز پہچان لی تھی۔

"ٹھہرو۔!" ظفر آہستہ سے بولا۔ "مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔" پھر اس نے اونچی آواز میں کہا تھا۔ "تم کون ہو؟"

"اخاہ.... تو آپ زندہ ہیں۔" باہر سے آواز آئی۔ "جلدی کرو۔ وقت کم ہے۔"

جیمسن نے جھپٹ کر دروازہ کھولا۔ عمران سامنے کھڑا تھا اور اس کے پیچھے تین مسلح آدمی تھے۔

"یور میجسٹی۔!" جیمسن جھک کر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "ہم نے دستے کے کمانڈر کو گرفتار کر لیا۔ ملاحظہ فرمایئے۔"

کمانڈر خوفزدہ نظروں سے انہیں دیکھے جا رہا تھا۔ کس قدر تشدد برداشت کرنے کے بعد اس نے بتایا کہ ساکاوا اپنے کمرہ خاص میں چلا گیا تھا۔ اب پتا نہیں وہ کہاں ہو گا۔ کمرہ خاص کا دروازہ اندر سے بند ملا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اس کے بعد سے ساکاوا باہر نہیں نکلا۔ کمانڈر ان کے ساتھ تھا اور اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ عمران نے آہستہ سے اس کے کان میں کہا۔ "میں دروازہ پیٹتا ہوں اور تم اسے آواز دو۔"

لیکن وہ ٹس سے مس کھڑا رہا۔

"وہی کرو جو کہہ رہا ہوں۔" عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "ورنہ گلا گھونٹ کر مار ڈالوں گا۔"

پھر قریباً دس منٹ تک دروازہ کھلوانے کی کوشش جاری رہی تھی لیکن کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا۔

"دروازہ توڑ دو....!" عمران نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

ٹھیک اسی وقت جوزف اور فراگ کمرے میں داخل ہوئے اور صورت حال کا علم ہوتے ہی خود فراگ دروازے کی طرف بڑھا اور اس سے اپنا شانہ ٹکا کر زور لگانے لگا دروازے کی چڑچڑاہٹ کمرے میں گونج رہی تھی۔ اور کمانڈر خوفزدہ نظروں سے جوزف کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔

"قدموں پر جھکو۔ دیکھ کیا رہے ہو۔" جیمسن اس کی گردن پکڑ کر جوزف کے قدموں میں جھکاتا ہوا بولا۔ "پرنس ہربنڈا کو تعظیم دو۔!"

"مم.... میں.... بے قصور ہوں۔" کمانڈر ہکلایا۔

"موکارو میں کوئی جاپانی بے قصور نہیں ہے۔" جوزف غرایا۔

دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔ لیکن ساکاوا کا کمرہ خاص تو خالی نکلا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

بائیں جانب ایک گوشے میں قالین فرش سے ہٹا ہوا تھا۔ عمران تیزی سے آگے بڑھا۔ یہ کسی تہہ خانے کا راستہ معلوم ہوتا تھا۔ عمران نے اشارے سے فراگ کو قریب بلا کر کہا۔ ”آپ اوپر ٹھہرئیے یور آنر۔ ہوسکتا ہے بھاگے ہوئے فوجی دوبارہ واپس آکر ہمارے کام میں مخل ہونے کی کوشش کریں۔“

”میں تمہیں تنہا نہیں اترنے دوں گا۔“

”مان جائیے۔ آپ کے علاوہ اور کوئی ان لوگوں کو کمانڈ نہیں کر سکے گا۔ میں دیکھوں گا۔ یہ تو مجھے تہہ خانے کی بجائے سرنگ معلوم ہوتی ہے۔“

”اچھا۔ پہلے دیکھ لو۔ سرنگ ہے یہ تہہ خانہ....!“

عمران زینے طے کر کے نیچے پہنچا۔ یہ سچ مچ ایک طویل اور تاریک سرنگ ہی ثابت ہوئی۔ عمران واپس آگیا۔ ظفر اور جیمسن بھی مسلح کئے گئے تھے۔ بیرکوں میں جدید ترین اسلحہ ان کے ہاتھ آیا تھا۔

فراگ کو اس پر آمادہ کر لیا گیا کہ وہ اوپر ہی ٹھہر کر پیش آنے والے حالات کا مقابلہ کرے گا اور عمران، ظفر، جیمسن، جوزف اور موکارو کے دو فوجیوں سمیت سرنگ میں اتر گیا۔ موکارو کے فوجی آگے چل رہے تھے اور انہوں نے ٹارچیں روشن کر رکھی تھیں۔ کچھ دور تک تو وہ سرنگ قدرتی معلوم ہوئی تھی۔ لیکن پھر آدمی کی فنکارانہ مشاقیوں کی جھلکیاں ملنے لگی تھیں۔ لیکن آخر کتنی طویل تھی یہ سرنگ۔ اس کا دوسرا سرا کہاں تھا؟ اندازے کے مطابق دو فرلانگ کی مسافت طے کرنے کے بعد عمران نے اپنے ساتھیوں کو رکنے کے لیے کہا اور موکارو کے باشندوں سے پوچھا کہ اپنے اندازے کے مطابق وہ کدھر جا رہے ہیں۔

”میرا خیال ہے کہ ہم دھوئیں کے حصار کی طرف جا رہے ہیں۔“ ایک نے جواب دیا اور دوسرے نے اس کی تائید کی۔

”ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ چلے چلو۔!“

اس بار ان کی رفتار تیز تھی۔ مزید دو فرلانگ بھی طے ہوئے وہ اپنی دانست میں اب کھلے میں نکل آئے تھے لیکن آسمان نہیں دکھائی دیتا تھا۔ پھر عمران چونک کر بولا۔ ”اوہو۔ ہم تو دھوئیں کے حصار کے اندر پہنچ چکے ہیں....!“

چاروں طرف اونچی اونچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔ آسمان نہیں دکھائی دیتا تھا تو پھر یہ تاروں کی چھاؤں سی کیا تھی جس میں چٹانوں کے ہیولے صاف نظر آرہے تھے۔ اور وہ راستہ بھی دیکھ سکتے تھے۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھے تھے۔ اس کے ملگجے پن کا راز بھی ظاہر ہو گیا تھا۔ انہیں ایک عمارت نظر آئی تھی اور یہ روشنی اسی کی متعدد کھڑکیوں سے پھوٹ رہی تھی۔ وہ دبے پاؤں عمارت کی طرف بڑھتے رہے۔ عمارت زیادہ دور نہیں تھی۔ اس کے قریب پہنچے ہی تھے کہ اندر سے کسی کے چیخ چیخ کر بولنے کی آواز آئی۔

”اوہ۔ یہ تو ساکاوا کی آواز معلوم ہوتی ہے۔“ ظفر آہستہ سے بولا۔

”تمہیں یقین ہے۔“ عمران نے کہا۔

”اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔“ جیمسن نے ظفر کی تائید کی۔

ایک کھلی ہوئی کھڑکی سے جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔ وہ اندر داخل ہوئے اور آواز کی سمت بڑھتے بڑھتے ایک ایسے کمرے میں جا پہنچے جہاں تین آدمی مصروف گفتگو تھے۔ ان میں سے ایک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وہ ظفر اور جیمسن کو گھورے جا رہا تھا۔ جن کے ہاتھوں برین گنیں تھیں۔

”شریف آدمیو! اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔“ عمران نے بیحد نرم لہجے میں کہا۔

”اوہ.... سمجھا....!“ تیسرے آدمی نے دانت پیس کر کہا۔

”کیا یہی ساکاوا ہے....؟“ جوزف آگے بڑھ کر بولا۔

”یس یور ہائی نس....!“ ظفر نے کہا۔

”اسے گرفتار کر لو۔“ جوزف نے موکارو کے فوجیوں سے کہا۔

”یہ ہر بنڈا.... نہیں ہے۔“ ساکاوا ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ ”فرانسیسیوں کا.... ایجنٹ ہے۔“

”چپ رہو سور کے بچے۔“ موکارو کا ایک فوجی آگے بڑھ کر بولا۔ ”ہم اپنے مالک کو پہچانتے ہیں۔ ہمارا نجات دہندہ آپہنچا۔“

”تم سب پچھتاؤ گے۔ لیکن تم یہاں تک کیسے پہنچے؟

”تمہاری کمرہ خاص والی سرنگ کے ذریعے۔“ عمران بولا۔

”تت.... تم کون ہو؟“

”ڈھمپ لوپو کا....!“

”نہیں!“

”میں وہی ہوں! فراگ نے مجھے دوسری شکل میں دیکھا تھا۔“

”میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔“ اچانک ساکاوا نے عمران پر چھلانگ لگائی اور عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ ”فائر مت کرنا۔“ ساتھ ہی اس نے کس قدر پیچھے ہٹ کر ساکاوا کے جبڑے پر ایک ہاتھ بھی رسید کیا تھا۔

ظفر نے یہ احوال دیکھے تو واپس اسی کھڑکی کے قریب آ کھڑا ہوا جس سے وہ اندر داخل ہوئے تھے اسے خدشہ تھا کہ کہیں کچھ لوگ باہر سے آ کر انہیں گھیرے میں نہ لے لیں۔ پھر اپنی اس حماقت پر ہنسی آ گئی۔ وہ کھڑکی داخلے کا دروازہ تو نہیں تھی۔ اسے بند کر کے پلٹنے ہی والا تھا کہ ذرا دور اندھیرے میں کچھ سائے سے حرکت کرتے نظر آئے۔ اس نے کھڑکی بند کر کے بولٹ کر دی اور دوڑتا ہوا اسی کمرے میں واپس آ گیا جہاں عمران ساکاوا کی مرمت کر رہا تھا۔

”کچھ لوگ ادھر آ رہے ہیں۔“ ظفر نے اطلاع دی۔

ساکاوا قریباً بے دم ہو چکا تھا۔ بالآخر موکارو کے فوجیوں نے اسے بڑی بیدردی سے باندھ لیا۔ وہ دونوں بھی گرفتار کر لیے گئے جو اس سے گفتگو کر رہے تھے ٹھیک اسی وقت کچھ ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی دروازہ توڑا جا رہا ہو۔ عمران جوزف کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا آواز کی سمت بڑھا تھا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ لوگ جو دروازہ توڑنے کی کوشش کر رہے تھے فراگ اور اس کے ساتھی تھے۔ عمران کو واپسی میں دیر ہوئی تھی تو فراگ بھی اپنے چند مسلح آدمیوں کے ساتھ سرنگ میں اتر گیا تھا۔

”میں نے وہیں ٹھہرنے کو کہا تھا۔“ عمران جھنجھلا کر بولا۔

”ہائیں....!“ فراگ نے حیرت سے کہا۔ ”تمہارا لہجہ....؟“

”اوہ۔ کچھ نہیں یور آنر۔ مجھے افسوس ہے۔ دراصل ذہن الجھا ہوا ہے۔“

”چلو چلو۔ کوئی بات نہیں۔“ فراگ اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

اس کے بعد وہ اسی کمرے میں آئے تھے جہاں ساکاوا اور وہ دونوں بندھے پڑے تھے۔ ساکاوا کو اس حال میں دیکھ کر فراگ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

”یہ ڈھمپ لوپو کا ہے۔“ ساکاوا چیخا تھا۔

”کون....؟“ فراگ بے ساختہ چونک پڑا۔

”یہی جو تمہارے برابر کھڑا ہے۔“

فراگ نے عمران کو گھور کر دیکھا اور عمران آنکھ مار کر بولا۔ ”صدمے سے دماغ الٹ گیا ہے بیچارے کا۔“

فراگ ہنس پڑا اور پھر اس نے ساکاوا کو ٹھوکر رسید کرتے ہوئے کہا۔ ”اب میں تجھے دیکھو گا۔“

”نہیں! اس سے پہلے یہ ہمیں بتائے گا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔“ عمران سرد لہجے میں بولا۔

لیکن ساکاوا نے اپنے ہونٹ سختی سے بند کر لیے تھے۔ عمارت کی تلاشی لینے پر وہ سترہ سائنس دان وہیں سے برآمد ہوئے جنہیں دنیا کے مختلف حصوں سے اغوا کیا گیا تھا۔

ان میں عمران کے ہموطن دونوں سائنسدان بھی تھے۔ گو ذاتی طور پر وہ اس سے واقف نہیں تھے۔ لیکن اس کی شکل دیکھتے ہی چونک پڑے۔ اور پھر جب اس نے اردو میں ان کی مزاج پرسی کی تھی تب تو ان کا اظہار مسرت دیکھنے کے قابل تھا۔

وہ ان دونوں کو علیحدگی میں لے گیا اور اصل موضوع پر گفتگو شروع کر دی۔

”انتہائی تباہ کن حربہ۔“ ان میں سے ایک بولا۔ ”اعلان جنگ کیے بغیر اس طرح کسی بھی ملک پر تباہی لائی جا سکتی ہے کہ دنیا اس تباہی کا ذمہ دار کسی غیر قدرتی ذریعے کو نہ ٹھہرا سکے۔ ابھی دو دن پہلے کی بات ہے کہ انہوں نے ایک تجربہ کیا تھا۔“

”کیسا تجربہ....؟“ عمران چونک کر بولا۔

”کسی غیر آباد جزیرے کو تباہ کر دیا۔“

”زلزلہ....؟“

”ہاں.... دنیا اسے زلزلہ ہی سمجھے گی۔“

تو بیلو پیکو کا وہ جزیرہ اسی طرح تباہ ہوا تھا.... اسے ساکاوا کے وہ الفاظ یاد آئے جو فراگ کے توسط سے اس تک پہنچے تھے کہ جزیرہ بیشک زلزلے ہی کی بنا پر تباہ ہوا۔ لیکن اس زلزلے کا سفر

موکارو سے شروع ہوا تھا۔

◆

لوئیسا کا اسٹیمر انتہائی تیز رفتار سے موکارو کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے عمران کی طرف سے پیغام ملا تھا کہ چور پکڑے گئے اور اب اس کا اسٹیمر موکارو کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے اس نے شاہی اجازت نامہ حاصل کر لیا ہے۔

عمران موکارو کے چند آفیسروں کے ساتھ بندرگاہ پر موجود تھا۔ لوئیسا بڑی گرمجوشی سے ملی۔ ”واقعی تم گریٹ ہو۔“ وہ عمران کا بازو بھینچتی ہوئی بولی۔ ”کیا قصہ ہے؟“

”زمین دوز ایٹمی راکٹ۔ جو آب دوز کشتی کے ذریعے زمین کی سطح سے ایک ہزار فٹ کی گہرائی میں اتار دیا جاتا تھا۔ بیلو پیکو کی تباہی اس کا پہلا تجربہ تھا۔ راکٹ کے پھٹتے ہی زمین کے طبقات میں زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔“

”خدا کی پناہ....!“

”لیکن میں نے سب کو تباہ کر دیا۔“

”کیا مطلب....؟“

”اس زمین دوز کارخانے کو تباہ کر دیا جس میں نشانے پر مار کرنے والا راکٹ زیرِ تعمیر تھا۔ انہوں نے بڑی چاؤ سے اس پر لکھ رکھا تھا ”واشنگٹن کے لیے“ اور سنو! اس کی تباہی کے بعد وہ دھوئیں کا حصار بھی ختم ہو گیا۔“

”تم بکواس کر رہے ہو۔“ وہ ہنس کر بولی۔

”ابھی تم خود ہی دیکھ لو گی۔“

”میں تصور بھی نہیں کر سکتی کہ تم کوئی ایسی حماقت کرو گے۔“ لوئیسا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ایسی حماقتیں صدہا بار کر چکا ہوں۔ میں اس کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا کہ چھوٹے چوروں کی یہ ایجاد کسی بڑے چور کے ہاتھ لگ جائے۔ چھوٹے چور خود بھی یہ نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے خود ہی اسے تباہ کر دینے کا انتظام بھی کر رکھا تھا۔ میں نے تو صرف ایک بٹن دبایا تھا۔ سب کچھ بھک سے اڑ گیا اور دھوئیں کا حصار بھی غائب۔ البتہ آبدوز کشتی موکارو کی حکومت کے قبضے میں ہے۔ ساکاوا دیوار سے سر ٹکرا ٹکرا کر ختم ہو گیا۔ اس قسم کی خودکشی بھی میری نظروں سے پہلی بار گذری ہے اور یہ بھی جاپانیوں ہی کا حصہ ہے۔ اس وقت تک دیوار سے سر ٹکراتا رہا تھا جب تک کہ کھوپڑی کی ہڈیاں ٹوٹنے سے مغز نہیں بہہ نکلا تھا۔ خدا کی پناہ....!“

”اب وہی حشر تمہاری کھوپڑی کا بھی ہو گا۔“

”اللہ مالک ہے۔“

”اس مہم کی انچارج میں تھی۔ تمہیں میرا انتظار کرنا چاہئے تھا۔“

”میں خود کو دنیا کے ہر امن پسند ملک کا نمائندہ سمجھتا ہوں۔ میرا فرض ہے کہ میں ہر ایسی چیز کو تباہ کر دوں جس سے بنی نوع انسان کو خطرہ ہو۔ ہیروشیما کی بربادی کے باعث امریکی عوام نہیں بنے تھے۔ وہ تو بڑے زندہ دل لوگ ہیں۔ زندگی سے پیار کرنے والے۔ مجرم صرف حکمران ٹولے ہوتے ہیں۔“

”مجھے سیاست نہ پڑھاؤ۔“ وہ آپے سے باہر ہوتی ہوئی چیخی۔

”کیا تم اسے پسند کرو گی کہ ایک ویسا ہی راکٹ فرانس کے ساحل میں دھنس کر زمین کے طبقات توڑتا ہوا ٹھیک پیرس کے نیچے جا پھٹے اور پیرس کی عشرت گاہیں زمین میں دھنستی چلی جائیں۔“

”بکواس مت کرو... میں تمہیں دیکھ لوں گی۔“

لیکن وہ پھر اسے نہیں دیکھ سکی۔ کیونکہ ٹھیک اسی وقت ام بنی بھی وہاں آ پہنچی تھی۔ لوئیسا کو دیکھ کر بپھر گئی۔

”تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ میرے ساتھ چلو۔“ وہ اس کا بازو پکڑ کر کھینچتی ہوئی دور لے گئی۔

”آخر کس استحقاق کی بنا پر وہ کتیا تم سے ایسے لہجے میں گفتگو کر رہی ہے۔“ اس نے عمران کا بازو جھنجھوڑ کر پوچھا۔

”یہ سبھی اسی طرح مجھ پر بھونکتی رہتی ہیں۔“

”میں اس کے چیتھڑے اڑا دوں گی۔“

”دیکھو! ایسی کوئی حرکت نہ کرنا۔ لوئیسا شاہی مہمان ہے۔“

”فراگ اس شاہی مہمان کی تاک میں ہے۔“

”کیا مطلب۔۔۔؟“

”وہ اسے اس وقت تک نہیں چھوڑے گا جب تک وہ اسے کسی ڈھمپ لوپوکا کے بارے میں معلومات نہیں فراہم کرے گی۔“

اس اطلاع پر عمران بوکھلا گیا۔ پھر اس نے لوئیسا کو وہیں چھوڑ کر فراگ کی طرف دوڑ لگائی۔ اس سے ذکر آیا تو وہ بھڑک اٹھا۔

”ہرگز نہیں چھوڑوں گا اسے۔“

”دیکھئے! موکارو میں یہ جھگڑا نہ اٹھایئے۔“ عمران بولا۔

”موکارو کے باہر وہ شائد ہی میرے ہاتھ آ سکے۔“

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ۔۔۔!“

”میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔۔۔!“

عمران برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ اسے خدشہ تھا کہ کہیں ان دونوں کا آپس میں مل بیٹھنا نہ ہو جائے۔ لوئیسا جانتی تھی کہ فراگ کے ساتھ پرنس ہربنڈا کے اسٹیمر پر عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا اور عمران اس وقت ڈھمپ لوپوکا کے میک اپ میں تھا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ لوئیسا عمران سے چڑ گئی تھی۔ لہٰذا اس کی کوئی بات ماننے پر تیار نہ ہو گی۔ دراصل عمران اب فراگ سے نہیں الجھنا چاہتا تھا۔ ڈھمپ کی حقیقت ظاہر ہو جانے پر ٹکراؤ لازمی تھا۔ اس الجھن میں وہ طرح طرح کے منہ بناتا رہا۔ دفعتاً فراگ زور سے ہنس پڑا۔ پھر عمران کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولا۔ ”ایک وعدے پر میں تمہاری بات مان سکتا ہوں۔“

”کیا وعدہ۔۔۔؟“

”اگر تم وعدہ کرو کہ ٹالابوآ کی ملازمت ترک کر کے میرے پاس آ جاؤ گے تو میں کم از کم موکارو میں لوئیسا سے نہیں الجھوں گا۔“

”وعدہ۔۔۔!“ عمران نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر بولا اور دونوں قہقہے لگاتے ہوئے ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے۔